غیر تو بجز نبی دگری فائق نیست — وآن کیست بعالم که ترا عاشق نیست
القصه توئی پادشهِ کشورِ حسن — وین مرتبه را جز تو کسی لائق نیست

صرفی

[illegible] صرفی

[illegible]گر شود قلم اشجار — فی المثل گر[illegible]
[illegible] اشجار گر شود کاغذ — هر ملک [illegible]
خشک گردد بحار و بر کاغذ — حصهٔ یک شود دو [illegible]
یعنی احوال حضرت ایشان — بتنگ آمده محال بیان
لیک بر قدر خویش کوشیدم — جام از مشربش نیوشیدم
جامع علم ظاهر و باطن — دل او هر دو علم را معدن
خلعت بوحنیفه در برِ اوست — افسرِ بایزید بر سرِ اوست
جانشین حبیبِ ثانی اوست — خانهٔ دین را چو بانی اوست
ذات او مظهرِ صفاتِ خدا — از صفاتش عیان صفات خدا
مولدش خاکِ پاکِ کشمیر است — مدفنش خاکِ پاکِ کشمیر است
خواجهٔ ابا ز صورت و معنی — غوثِ یزدان و قطبِ حق یعنی
حضرتِ شیخ شاه یعقوب است — که محبِ خدا و محبوب است
قدس الله ربنا سره — نفعنا الله ربنا بره

سلہ ثابت شدہ یہ امر ہے۔ کہ حضور رسول مقبول صلعم نے مولانا صرفی کو ایک بڑے واقعہ میں الیشان کا لقب عنایت کیا ہے۔ اور انکے خاص خلیفہ شاہ قاسم کو حقانی کے لقب سے یاد کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم   حامداً و مصلیاً و مسلماً

ای مہر خجل ز خوبیٔ طلعت تو   مہ منفعل از صورت پر زینت تو
در حسن عمل سعی کن اکنون زنہار   آخر بنود جز عملت صورت تو

تقدس مآب مشہور بزر...
ہے - وہ اس وجہ سے ہے کہ دین...
مذہب اور علم ظاہری ک...
شناسی غرض...

جامع الکمالات، حضرت ایشان[1] مولانا صرفی کے القاب و آداب سے مشہور آفاق ہوئے۔ آپ کی پچھتر سالہ زندگی کے مفصل حالات کی تدوین اگر کیجائے تو میرے خیال میں تذکرہ کی ایک بڑی ضخیم مجلد کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اس موقعہ پر جو کچھ بیان کروں گا وہ نہایت مختصر مجمل ہوگا۔

جیبا گر شود قلم اشجار ——— فی المثل گر شود مداد بحار
برگ اشجار گر شود کاغذ ——— ہر ملک گرہ قلم بدین راند
نقشنک گردد بحار و بر کاغذ ——— حصۂ یک شود ز صد مانند
یعنی احوال حضرت ایشان ——— بتنگ آمده محال بیان
لیک بر قدر خویش کوشیدم ——— جام از مشربش نیوشیدم
جامع علم ظاہر و باطن ——— دل او ہر دو علم را معدن
خلعت بوحنیفہ در بر اوست ——— افسر بایزید بر سر اوست
جانشین حسین ثانی اوست ——— خانۂ دین را چو بانی اوست
ذات او مظہر صفات خدا ——— از صفاتش عیان صفات خدا
مولدش خاک پاک کشمیر است ——— مدفنش خاک پاک کشمیر است
خواجہ ابا ز صورت و معنی ——— غوث یزدان و قطب حق یعنی
حضرت شیخ شاہ یعقوب است ——— کہ محب خدا و محبوب است
قدس اللہ ربنا سرہ ——— ضاعف اللہ ربنا برہ

[1] ثابت شدہ یہ امر ہے۔ کہ حضور رسول مقبول صلعم نے مولانا صرفی کو ایک بڑے واقع میں ایشان کا لقب عنایت کیا ہے۔ اور انکے خاص خلیفہ شاہ قاسم کو حقانی کے لقب سے یاد کیا ہے۔

اس سے قبل کہ میں جناب مولانا صرفیؒ کے تذکرے پر قلم اٹھاؤں۔ سرزمین کشمیر کی تاریخ کا ایک نکتہ حضرات ناظرین کی حضور میں پیش کروں گا۔ کہ ارشاد وہدایت کا یہ نورانی چراغ ایسے وقت میں روشن ہو چکا ہے جبکہ بد اعتقادی فاسد مذہبی جذبات کی گھٹا ٹوٹ اندھیری ارضِ کشمیر پر چاروں طرف محیط ہو رہی تھی۔ اور متعصب اہلِ تشیع چک اُمرا کے جبر و استبداد کے باعث غیر معقول نامشروع رسوم بدعات کی مزید اشاعت ہونے کے علاوہ اہلِ سنّت کا لائحہ عمل بلکہ اُن کی مذہبی کتابوں کا وجود تقریباً صفحۂ روزگار سے اُٹھ گیا تھا۔ اس حالتِ زار کے بُرے آثار دیکھتے ہوئے یہ مقتدر ایک مجددِ دین جلوہ آرا ہوا۔ جس نے بلادِ خراسان، عربستان اور ہندوستان کے مشہور اسلامی بلاد کی سیاحت کر کے فقہ، حدیث، تفسیر، ادب، دینیات اور تصوّف کی کتابوں کے بڑے ذخیرے ساتھ لے آئے۔ اور اہلِ سنت کی مذہبی تعلیمات، اخلاقی ہدایات کے مسلک کو اعلیٰ سے اعلیٰ پیمانے پر قایم کیا۔ پیری مریدی ہدایات کے مسند پر بیٹھکر تصنیف تالیف کے مشغلے میں بڑا حصہ لیا۔ مذہبی مشاغل صوفیانہ مصروفیتوں میں توجہ ہمت سے کام لینے کے باوجود آپ مُلکی انتظامات اور سیاسیات میں دخیل رہے۔ یہاں تک کہ ابو المظفر اکبر جلال الدین شہنشاہ ہند کے عالیشان دربار تک پہنچے۔ چک خاندان کے حکومت کے متعصب اہلکاروں کے تشدد

نصرتِ اکبر آپ کی تخت نشینی کی تاریخ ہے۔ ۵۱ سال ایک ماہ تک بڑی جبروت اور جودت سے حکومت کی ہے۔ ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۶۰۵ء موافق سنہ ۱۶۶۲ب وفات پائی ہے۔ تاریخ ہوئی "فوتِ اکبر شاہ"۔ اکبر آباد میں مدفون ہے۔ قلعۂ اکبر شاہی ناگر نگر آپکی یادگار کشمیر میں موجود ہے۔

ظلم وستم کے واقعات کا تذکرہ کیا۔ اور ایسی پُرجوش تقریر کی۔ جس سے اکبر اعظم یک دم جوش میں آگیا۔ اور شاہی دربار کے مصاحبین بھی متاثر ہوئے۔ جس کا مقصد سوائے اس امر کے اور کچھ نہیں تھا۔ کہ متعصب ظالم چکوں کی حکومت کا اثر مٹانا چاہیے۔ اور اسلامی مغلیہ حکومت کا سلسلہ قایم کیا جائے۔ غرض اس تدبیر کا نتیجہ اس صورت میں نکلا۔ جس کی بنا پر اکبر جلال الدین نے پوری طمانیت سے قدم بڑھایا۔ اور اتنی بڑی ریاست پر قبضہ کر لیا۔ اور مغلیہ سلطنت کی بنیاد یہاں پر بھی قایم کی۔

مولانا صرفی کے حالات کے تاریخی ماخذ[1]

مولانا صرفی کے حالات حسب ذیل کتابوں میں مذکور ہیں۔: مقامات صرفی تجبی، مقامات حضرت ایشان، اسرار الابرار، واقعات کشمیر، اشجار الخلد شجرۃ العارفین، فتحات کبرویہ، غوثیہ منظوم، اسرار الاخیار، تحفیقات امیری وجیز التواریخ، معارف الحقانی۔ گلزار ابرار، گلشن کشمیر، تحایف الابرار، خوارق السالکین، روضۃ الابرار اولیائے کرام کے صوفیانہ تذکرے کے بارے میں یہی کتابیں مستند ومقبول مانی جاتی ہیں۔ اور کچھ شک نہیں اگر ان تذکرہ ناموں کا

[1] مندرجہ صدر تذکرہ ناموں کے علاوہ درجات السادات باغ سلیمان شاہنامہ کشمیر روضۃ الابرار خزینۃ الاصفیا میں بھی کم وبیش اُن حالات کے حوالے پائے جاتے ہیں۔ جو کہ مولانا صرفی سے تعلق رکھتے ہیں۔

وجود نہ ہوتا۔ تو آج ہم کو بہت تقدس مآب بزرگان دین کے حالات اور انکی مذہبی دینی سرگرمیوں سے بہت کم واقفیت ہوتی۔ شکریہ کا مقام ہے کہ تذکرہ نویسوں کے بڑے گروہ نے مولانا صرفی جیسے فاضلِ اجل کے سرگذشت اور ان کی پیدایش بچپن کی روئیداد بلکہ بچپن سے لیکر وفات تک کے زمانے کے عام کارنامے اور دیگر قابل ذکر معلومات پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہے۔ تذکرہ لکھنے کا کسی خاص حد تک حق ادا کیا۔ جو کچھ لکھا ہم اسکو غنیمت ہزار درجہ غنیمت جانتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھنا پڑتا ہے۔ کہ ایسا مایہ ناز بزرگ انگلستان کی کیا بات اگر ہندوستان میں بھی پیدا ہوتا۔ تو اس کثرت اور تفصیل سے آپ کی متعدد سوانحعمریاں لکھی جاتیں۔ کہ ان کے کارنامے کا ایک ایک ذرہ آنکھوں کے سامنے آجاتا۔ مزید برآں مولانا صرفی کے کتابوں میں اُن کے جستہ جستہ کم وبیش حالات پائے جاتے ہیں

مولانا صرفی کی پیدایش اور سلسلہ نسب

آپ کا وطن سرزمین کشمیر تھا۔ سلطان محمد شاہ کے عہدِ حکومت میں پیدا ہوئے ہیں۔ یہیں پرورش پائی۔ یہیں پھلے پھولے اور آخر یہیں رحلت کر گئے۔

ؔ موجودہ زمانہ کے بعض لوگ نسبی خاندانی تفاخر کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھکر پدرم سلطان بود کے نقرے کو ہر وقت دھراتے ہیں۔ مگر سابقہ زمانے میں حقیقت آگاہ صاحب ایسی باتوں کو فضول تصور کرتے تھے۔ جسکی بنا پر مولانا صرفی رح کے بارے میں اُنکی فاروقی النسل ہونیکی اسوجہ سے ایک حل طلب معمہ بن گئی ہے۔ کہ آپ اپنی سرگذشت کا بہت کچھ حصہ لکھنے کے باوجود اس بات کا اندراج واظہار نظرانداز کر گئے ہیں۔ کیونکہ آپ حقیقی ربانی بلکہ عشق کے سچے پکے بندھے ہوئے تھے۔ فلاں ابن فلاں کی متکبرانہ بات کو مابہ الامتیاز کوئی چیز تصور نہیں کرتے تھے۔

جن لوگوں کو آپ کے حالات کے مطالعہ کا موقعہ مل گیا ہے۔ وہ بلا کسی خوف تردید کے آپ کو ان محترم بزرگوں کے شمار میں تسلیم کرتے ہیں۔ جن کے خاندانی افراد کو زبردست لائق نویسندگی مراسلہ نویسی میں ید طولیٰ حاصل ہونے کی وجہ سے شاہان وقت کی طرف سے گنائی کا معزز خطاب حاصل ہوا تھا۔ جو سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔ گن قلم کو کہتے ہیں اور گنائی قلمزن یعنی منشی کو کہا جاتا ہے۔ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کی تحریر کو ملاحظہ کیجیئے۔ یہ لکھتے ہیں۔ "کہ گنائی در عرف آنوقت نویسندہ را می گفتند از مغنی گرفتہ تا ہوڈاری ہمیں لقب بود"۔ یہ ایک نئی بات نہیں ہے بلکہ مقامات صرفی جیسی وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ کہ مولانا صرفی کے خاندانی نسب نامہ کے سلسلے میں تین پشتوں کے نام باضابطہ درج ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ آپ کے والد ماجد کا نام میر حسن گنائی تھا۔ میر حسن میر محمد علی کے بیٹے ہیں۔ جو کہ محلہ درہ مرہ میں بہاؤالدین پورہ کے حد شمال کے آس پاس عام سڑک کے کونے پر غیر محدود بلکہ غیر محفوظ مزار میں آپ دفن کیے گئے ہیں۔

گنائی اور عاصمی کی تشریح

میر بایزید گنائی عاصمی میر محمد علی کے والد بزرگوار ہیں۔ جس نے سلطان زین العابدین بڈشاہ جیسے ہردلعزیز مشہور فرمانروائے کشمیر کے عالیشان دربار تک رسائی

ؔ منجملہ دیگر اقوام کشمیر کے گنائی خاندان اپنی قدامت قابلیت شان و شوکت اور علمی فضایل کے لحاظ سے مافوق امتیاز اختصاص رکھتا ہے۔ گنائی خاندان کے متعدد قبایل سرزمین ہذا میں سکونت رکھتے ہیں۔ ایک کا نام گنائی رضوی تھا۔ دوسرے کو عاصمی گنائی تیسرے کو کشمیر الاصل قدیمی گنائی کہتے ہیں۔

حاصل کرنیکی سعی کی۔ ایسی سعی کی کہ کامیابی کا منہ سامنے آگیا۔ یہاں تک کہ امیر القوم
کے شاہی خطاب سے اعزاز پایا۔ گنائی اور عاصمی یہ دونوں نسبتیں میر بایزید گنائی
عاصمی کے نام کیساتھ پائی جاتی ہیں۔ جو کہ خالی از معنی نہیں۔ عاصمی انتساب کے متعلق
بالفاظ دیگر آگے چلکر آپ کی خاندانی نسب نامہ کے اسماء کے بارے میں حتی الامکان
تحقیقات جستجو ہوئی۔ تو کسی کتاب میں تحریری مطمئن ثبوت دستیاب نہیں ہوا۔
لیکن عام طور پر اس بات کا بڑا چرچا اور کافی شہرہ حاصل ہے کہ آپ نسباً عاصمی
خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ عاصمی خاندان کے نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے
کہ وہ حضرت عاصم ابن امیر المومنین فاروق اعظم تک اپنے آباو اجداد کا نسب نامہ
ملاتے ہیں۔

سینہ بسینہ روایات کے علاوہ فتوحات قادریہ کے مصنف جناب
شیخ محمد اکبر ہادی نارہ بلی کے تذکرے میں یہ لکھتے ہیں۔ کہ "نسب مبارک ایشاں
بحضرت میر محمد برادر شیخ یعقوب صرفی میرسد و نسب نامہ شیخ یعقوب صرفی
باحضرت فاروق اعظم عمر ابن الخطاب رض انصال پذیرد" علاوہ اس کے شیخ المشائخ
جناب شیخ احمد تارہ بلی کے بھتیجے شیخ محمد نارہ بلی کے صاحبزادہ شیخ محمد سعید نارہ بلی
نے اپنے والد ماجد اور اپنے چچا سے روایت کرکے یہ لکھا ہے۔ کہ "نسبت اسلاف ما

ـہ عمر بن الخطاب آپکا نام مبارک تھا۔ عدی قرشی کے خاندان سے نسباً آپ تعلق رکھتے تھے۔
آپکے ایک فرزند کا نام عاصم تھا۔ جو کہ علم حدیث فقہ تفسیر کے بیان میں اعلم و افضل تسلیم کئے جاتے
تھے۔ کثیر التعداد تابعین اور تبع تابعین آپکے حضور میں آکر مذہبی علوم خصوصاً علم حدیث کے نکات سنتے تھے

بواسطہ حضرت شیخ محمد برادر و پسر متبنیٰ حضرت شیخ یعقوب صرفی با حضرت ایشان میرسد و از انجا تا حضرت عاصم بن عمر الفاروق رضی منتہی میشود و ایضاً جناب خورشید احمد مجددی نقشبندی دہلوی کہ از خاندان حضرت فاروق اعظم بود در کشمیر آمدہ حاضر بخدمت شیخ المشائخ شند۔ مجلس ملاقات در کمال انبساط گرما گرم بود کہ سخن در تذکرہ نسب آمد جناب شیخ المشائخ بیان فرمودند کہ عم واب ایں حقیر ہمیں تقریر عیاں نمودند کہ نسب ماہم با حضرت یعقوب صرفی و از انجا تا حضرت امیر المومنین رضہ خلیفہ ثانی میرسد۔"

میر حسن میر حسین یہ دونوں بزرگ میر بایزید گنائی عاصمی کے پوتے یعنی میر محمد علی کے بیٹے ہیں۔ میر حسین کے دنیاوی تعلقات نہایت ہی وسیع تھے۔ میر حسن نے خوشنویسی میں کافی شہرت حاصل کرلی جسکو اپنی معشیت کا ذریعہ بنایا۔ میر کمال الدین، میر محمد شریف، میر نوروز، میر یعقوب، میر محمد، میر ابراہیم اور میر حیدر سات بیٹے آپکے ورثہ موجود تھے۔ جوکہ روحانی تعلیمات خداشناسی اور صوفیانہ اشغال کے ازبس دلدادہ تھے۔ خصوصاً میر یعقوب ممدوح الذکر البا دلِ دماغ لیکر آیا جس سے بڑی خصوصیت کیساتھ دین کے لحاظ سے دنیا کے اعتبار سے

ؔ راقم مؤلف کے خاندانی کتب خانے میں پرانے زمانہ کے مستند ارباب فتویٰ کی تحریری روایات کثرت سے موجود ہیں۔ جنمیں جناب شیخ محمود تارہ بلی کے دوسرے صاحبزادے مفتی ملا محمد اعظم تارہ بلی کی لکھی ہوئی چند روایتیں نظر سے گذری ہیں۔ روایتوں پر مہر بھی لگی ہوئی ہے۔ مہر میں یہ عبارت کندہ ہے۔ خادم شرع نبی الہاشمی ملا محمد اعظم مفتی عاصمی ۱۱۸۶ھ

ترقی حاصل کی۔ یہاں تک کہ اپنا اور اپنے خاندان کا نام زندہ کیا۔ حضرت تصرفی مغازی النبی میں خود رقمطراز ہیں ؎

ہمہ ہفت تن بودہ اور الپسر ، چو ہفت اختر آسمان جلوہ گر ، کمالش بہر فن و دانش کمالے ، کمالاتش افزوں زحدِ مقال ، مرازان میان رتبہٗ حدّ وسط ، کلان تر زمن لیک یک کس فقط ، زمن خورد تر آن بفطرت لطیف ، کہ نام وی آمد محمد شریف ، از و خورد تر شاہ نورو رنام ، بحسب کمالات عالی مقام ، پس از وی محمد کہ آمد بمن ، ازان جملہ ہم صحبت وہم سخن ، براہیم از و خورد تر آمدہ ، ز اسرار دین باخبر آمدہ ، از و خورد تر حیدر نیک خوست ، فرشتہ خصال و ملک خوئے اوست ، ۔ میر علی کے صاحبزادے کے ورثہ شیخ احمد اور عبد العزیز موجود تھے جو کہ ایک ہی مزار میں میر حسن میر حسین کے قبر کے سامنے محلہ بہاؤ الدین پورہ کے آس پاس مدفون ہیں۔

شجرہ پیران طریقت

آپ کے خاندانی نسب نامہ کے ساتھ باطنی نسبت اس وقت بیان کرنا گو کہ غیر محل ہوگا۔ لیکن عرفا و صلحا کے ہاں نسبت باطنی کو نسبت ظاہری پر ترجیح ہوتی ہے۔ اور اس صورت میں موزون نہیں بلکہ موزون تر ہوگا۔ بزرگان دین کے

؎ میر کمال الدین کے تذکرہ میں ملک التجار خواجہ امیر الدین کا نام نامی مذکور ہے۔ وہ خواجہ حبیب اللہ خواجہ عبد النبی خواجہ عبد الکبیر تین بیٹے کے نامور باپ تھے۔ خواجہ عبد الکبیر نے تجارت پیشہ ہونے کے باوجود مدرسیہ فارسی تعلیم کی بخوبی مہارت حاصل کی۔ اور طبعی تحریک کی بدولت شعر بھی کہا۔ اپنی طبعزاد منقبت میں اپنے بزرگ اسلاف کا نسب نامہ بیان کرکے واضح کردیا ہے ص ۴۴

بارے میں قدیم الایام سے یہ دستور العمل چلا آیا ہے کہ متعدد سلسلہ جات میں کسی نہ کسی سلسلہ کے ساتھ نسبت رابطہ پیدا کر کے باضابطہ بیعت وارشاد حاصل کرتے ہیں۔ حضرت مولانا صرفی سلسلہ کبرویہ میں شامل تھے۔ جس کی ابتدا حضرت شیخ نجم الدین احمد کبری سے ہے۔ آپ کے پیران طریقت کے نام یہ ہیں۔ جناب رسالت مآب حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا علی المرتضیٰ، خواجہ حسن بصریؒ، شیخ حبیب عجمیؒ، شیخ داؤد طائیؒ، شیخ معروف کرخیؒ، شیخ سری سقطیؒ، شیخ جنید بغدادیؒ، شیخ ابو علی رودباریؒ، ابو علی کاتب مصریؒ، ابو عثمان مغربیؒ، شیخ ابو القاسم کرگانیؒ، شیخ ابو بکر النساجؒ، شیخ احمد غزالیؒ، ابو النجیب عبد القاہرؒ، شیخ عمار یاسرؒ، شیخ نجم الدین احمد الکبریؒ، شیخ رضی الدین علی لالاؒ، شیخ جمال الدین احمد ذاکر جورفانیؒ، شیخ عبد الرحمان اسفرائنیؒ، شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانیؒ، شیخ شرف الدین محمود مزدقانیؒ، جناب سید علی ہمدانی الی آخرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

ولادت باسعادت طفولیت و تعلیم

سلطان زین العابدین بڈشاہ ہر دلعزیز مشہور فرمانروائے کشمیر کے پوتے سلطان محمد شاہ کی چوتھی دفعہ تخت نشینی سے چار سال گذرے تھے۔ کہ ۹۲۸ھ میں مولانا صرفی پیدا ہوئے، شیخ حی تاریخ ولادت ہوئی۔ آپ کی پیدائش کا

---

۴۴ کہ آپ حضرت ایشان کے خاندان سے نسبتاً تعلق رکھتے ہیں ؎

بہر درت فیض تام یا ایشان | بہر خاص و عوام یا ایشان | اصفیار ا امیر قافلۂ
اولیا را امام یا ایشان | ہستی از ورع و زہد علم و عمل | شہرہ در روم و شام یا ایشان ۴۴

فخر سرزمین ہذا کو حاصل تھا۔ لڑکپن ہی سے آپ فہم و فراست ہوشمندی کے آثار کے مصدر تھے۔ قرآن مجید کے ختم بلکہ کامل حفظ کی توفیق پائی۔ تعلیم کے بڑے مشغلے کا فیضان حاصل کیا۔ اہل علم مبصرین مولانا محمد آنی کے درس و تدریس پر نازاں تھے۔ جو کہ مولانا عبدالرحمان جامی کے فارغ التحصیل مشہور شاگردوں کے زمرے میں نہایت خصوصیت کیساتھ امتیاز کا درجہ رکھتا تھا۔ شعر و سخندانی کے اشغال میں آپ کا تعلق نہایت ہی عمدہ رہا، شاہی مدرسہ میں درس و تدریس کے فرائض ادا کرتے تھے۔ مگر اُسے صرف استاد معلم شاعر کہنا زاید موزون نہیں ہے بلکہ مولانا عبدالرحمن جامی سے تعلق رابطہ کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ صوفیانہ روحانی حیات کا کامل حصہ لے گئے تھے۔

مولانا صرفی بھی یہی شاہی درسگاہ میں آیا۔ اور مولانا محمد آنی سے اکتساب کا طریقہ اختیار کیا۔ اپنے مشغلے میں اس قدر شغف پایا۔ کہ راتوں میں درسیہ کتابوں کے کثیر حصے ازبر حفظ کر لیتے تھے۔ غیر متعلق کاموں اور ناآشنا لوگوں کی آمد و رفت میں بہت کم شریک شامل ہوتے تھے۔ لیکن اہل علم مبصرین متبحرین کا کوئی مجمع ہوتا۔ آپ شامل ہو کر علمی ارشادات ہدایات کا لطف اُٹھاتے تھے۔

۴۴ از تو پرنور خطۂ کشمیر | تا بروزِ قیام یا ایشان | فتنۂ رفض از تو شد معدوم
یافت سنت نظام یا ایشان | یک شبے جلوہ دہ بکلبۂ من | ہمچو ماہِ تمام یا ایشان
بندہ منسوب خاندانِ شماست | بس ہمین احترام یا ایشان | جدِ من آن کمالِ خواجہ شکور
ہر دو عالی مقام یا ایشان | طیب است و حضور و احمد باز | آن امیرِ کرام یا ایشان
یادگارِ امیر ہست کبیر | درمیان انام یا ایشان | فکر و ذکرِ روح ایام تو بدوام یا ایشان

مطالعہ کتب بینی آپ کی طبیعت کا جزو اعظم بن گئی۔

شعر و سخن کا جذبہ

طالب علمی کے حالت میں تھے اور آوان شباب کی آمد آمد تھی کہ دفعتہً دماغی لطافت نے شعر و سخندانی کا زور دیا۔ اور اس زور سے اٹھا کہ ہمعصر بلکہ ہم عمر بلغا شعرا اور قادر الکلام مشہور اصحاب یہاں تک کہ مولانا محمد آنی بھی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہے۔ چنانچہ ذیل کا ایک غزل اور کچھ اشعار جبکہ مولانا محمد آنی کی کانوں تک پہنچے۔ تو وہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہہ گئے کہ عنقریب ایسا زمانہ آئیگا۔ کہ سات آٹھ برس کا یہ لڑکا اپنی علمی قابلیت کا بڑا شہرہ تقریباً تمام دنیا میں قایم کریگا۔ زبانی مدح خوانی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ علمی قدر دانی بھی کرکے اُن کو جامی ثانی کا معزز خطاب دیدیا۔ صرفی آپ کا شاعرانہ تخلص تھا۔ اپنے والد ماجد سے شعر و سخن کی اصلاح کبھی کبھی لیتے تھے۔ خود فرماتے ہیں ؎
چو در سالِ ہفتم نہادم قدم ، ز طبعم رواں گشت شعر عجم ، پدر کردی اصلاح اشعار من ، باصلاح بودی مدد گار من ۔ مذکور الصدر غزل اشعار یہ ہیں۔

؎ میر حسن آپ کے والد ماجد نے ظاہری علوم و فضایل کا کافی ملکہ اخوند ملا بصیر خندہ بوی سے اخذ کیا ہے۔ اور کبروی طریقہ کی تعلیمات و ہدایات سے بخوبی آشنا تھے۔ مولانا صرفی جناب سید علی ہمدانی رضؓ کی منقبت میں یہ فرماتے ہیں۔

بستۂ این سلسلہ آبائی من	چون دل دیوانہ و شیدائی من
صرفیِ مسکین کہ ہوا خواہِ او ست	از دل و جان بندۂ درگاہِ او ست

اے رخِ مہ طلعتاں آئینہ روئی تو ام | میل خوبان در ہوای روی نیکوئی تو ام
گر ببویم عنبر سارا و گر مشک ختن | در دماغ جان نمی آید بجز بوی تو ام
آرزوئی نیست در جان و تمنایت بدل | اینکہ از ہر سو رہی جان و دلم سوئی تو ام
از کشاکش ہای حج و عمرہ فارغ گشتہ ام | من کہ در احرام طوف کعبہ کوئی تو ام
گرچہ می سازد پری دیوانہ مردم را ولی | گویدت دیوانہ زنجیر گیسوئی تو ام
من کہ جز محراب نبود سجدہ گاہ دیگرم | نیست مقصودی ازان جز طاق ابروئی تو ام

ایضاً

بعشق آن پری رخسار زنجیر دل مجنون | چو مویش ہست مشکل گا یدار قید جنون بیرون

ایضاً

قاتل ابرو کمانم دارد از مژگان خدنگ | کشتہ خوبانِ جہان را و بدم کم زان خدنگ

مولانا محمد آنی کے سوا آپ کی شاگردی کا تعلق آخوند ملا البصیر خندہ بونی سے رہا۔ آخوند ملا البصیر[۵] اس وقت اٹھا جبکہ اسلامی سلاطین کشمیر کی حکومت زدر ہملیہ پر تھی چھوٹی عمر میں آپ اپنے قدیمی وطن کرانکہ شیون گنج جو کہ کامراج کے ایک گمنام معمولی گاؤں میں موجود

۵ اخوند میر کلنگ آپ کا استاد تھا۔ جو کہ ماوراء النہر کے باشندوں میں سے تھے۔ اور جناب مولانا رضی الدین عبد الغفور لاری متوفی ۹۱۲ھ کے تلامذہ سے آپ تسلیم کئے جاتے تھے۔ اخوند ملا البصیر اور خواجہ خضر کی آپسمیں متواتر ملاقاتیں اور ایکدوسرے سے روحانی نکات کا لطف اٹھانا در اصل نسبت فی الیہ اصحاب مانتے ہیں۔ اور واقعاتِ کشمیر میں مذکور ہے مولانا عبد الغفور کی کتابیں درس و تدریس میں شامل ہیں۔ یہ بزرگ حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی کے خاص شاگردوں میں سے ہے۔ بلکہ انکے قابل ذکر مریدوں میں سے ہیں۔

تھا۔ خیرباد کہکر سری نگر میں آکر رہائش اختیار کی۔ علمی وسیع معلومات اصول و فروع معقول و منقول غرض ہر فن کے علوم کا بڑا سرمایہ حاصل کیا۔ محلہ خندہ بون میں نوا کدل سے تھوڑے فاصلہ پر تارہ بل کے سامنے ایک مسجد ایک درسگاہ کی بنیاد قائم کی جسمیں کہ وہ مقیم ہوکر پوری توجہ ہمت ذاتی خواہش سے کام لیکر درس و تدریس کا کام انجام دیتا رہا۔ ہر چند کہ وہ آنکھوں کی ظاہری بینائی سے محروم تھے۔ مگر باطنی بصیرت اور نسبت آگاہی سے کام لیتے ہوئے ہر ایک علمی بات جو کہ انہوں نے کبھی پڑھی تھی یا سنی تھی۔ از بر زبانی یاد تھی۔ درسیہ کتابوں کے صفحوں کے صفحے آپکی قوتِ حافظہ میں محفوظ تھے۔ جناب شیخ بابا داؤد خاکی رح اخوند ملا شمس الدین پال رح اور مولانا صرفی آپ کے مدرسہ کے شاگرد تھے۔ ۹۴۶ھ میں فانی دنیا سے آپ نے رحلت پائی۔ محلہ خندہ بون میں مسجد کے سامنے آپ دفن کئے گئے۔ مولانا صرفی نے آپ کی وفات کی تقریب پر ایک موزون درد آمیز مرثیہ پڑھا جسکا آخری شعر یہ تھا ؎

آں حافظ علم و ادب بودہ بصیر از فضل رب
تاریخ فوتش زاں سبب شد عالم تفسیر داں۔

یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ آخوند ملا بصیر کا مدرسہ بڑے پیمانے پر مشہور تھا۔ مشاہیر کشمیر

؎ فیروزہ بانو آپ کی صاحبزادی کی شادی میر محمد منطقی ثانی کے بیٹے میر ابو الفتاح منطقی سے ہوئی ہے۔ میر ابو الفتاح سید حسن منطقی کی ذریت سے ہیں۔ میر محمد قاسم آپکے خلف الصدق ہیں۔ اسرار الاخبار کے مشہور مصنف نے یہ لکھا ہے سلسلہ تا میر ابو الفتاح نسب نامہ سادات منطقی بموجب کتاب ست۔ بعدہٗ مطلق خبر افواہ میر اسد اللہ میر سعید میر محمد میر برخوردار اور میر قاسم یہ سارے بزرگ اخوند ملا بصیر کے مقبرہ میں مدفون ہیں جسکو مزار ملا بابا

زانوئے ادب نہ کرکے علم پڑھتے تھے۔ تو انہی دنوں میں ان کی نسبت یہ الزام لگایا گیا
کہ وہ امامیہ اثنا عشری مذہب کی باتوں کو وثوق و قعت کی نگاہوں سے دیکھتے
ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ شیعہ ہم سخنی دارد۔ مگر ساتھ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کے
جواب کے الفاظ بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ کہ "دامنش از آلائش قیاسات
مردم مبرا بود" الزام تہمت کے اشتباہ نے اس حد تک اشتہار پایا۔ کہ
مولانا صرفی نے خندہ بون کے مدرسہ کی بجائے قطب الدین پورہ کی شاہی
درسگاہ میں اکا علم پڑھا۔ جہاں کہ مولانا میر رضی الدین درس دیتا تھا۔ کہتے
ہیں کہ مولانا فیروز ۵ یعنی گنائی آپ کا داماد تھا۔ ۹۵۶ھ میں مولانا رضی الدین کی
وفات واقع ہوئی۔ مولانا صرفی نے تاریخ یہ مصرعہ لکھا ہے ؎

میر در سجدہ جان سپرد بحق

۵ مخدوم بابا عثمان ولی یعنی ادچپ گنائی کے بڑے خاندان میں حاجی الحرمین اخوند
ملا فیروز مفتی یعنی ملا یحیی گنائی اپنی عالمانہ اعلیٰ قابلیت کی بدولت کافی شہرت پا چکے
ہیں۔ آپ مولانا نونی گنائی یعنی (ملا یلیحی) کے بیٹے ہیں۔ جو کہ مخدوم بابا عثمان کے
نبیرے بقول بعض انکے بھائی تھے۔ محلہ کلاشپورہ کے تھوڑے فاصلے پر گذر کر آپ کے
سر بفلک عمارات خانقاہ مسجد بڑے درسگاہ کے احاطے واقع تھے۔ سکونت رکھتے تھے
ملا فیروز کی پیدائش سنہ ۹۰۳ھ میں ہوئی ہے۔ اپنے باپ سے درسیہ کتابوں کا بڑا سرمایہ
حاصل کر کے عربستان کی سیر و سیاحت کا لطف اٹھایا۔ حرمین شریفین کے زیارت سے
کامیاب رہا۔ ہندوستان میں آیا۔ بداؤن ۱۰ دھ میں ایک خاص مدت تک مقیم تھے۔
اکبر بادشاہ کے استاد مخدوم الملوک شیخ الاسلام محمد عبداللہ سلطان پوری و غیرہ نے

جذبۂ باطنی اور توجہ الی اللہ

اٹھارہ برس کی عمر بھی کوئی عمر ہے کہ انتہا درجہ تک آپ نے تحصیل کر کے علمی تبحر میں بڑا نام پیدا کیا۔ تہذیب، شائستگی اور تعلیمات کا اعلیٰ سرمایہ پایا۔ مگر جوانی کا زمانہ تھا جس میں آزاد خیالی کے تحریکات کی فکر وابستہ رہتی ہے۔ اور ایک مشہور با وقار جاگیر دار کے بیٹے تھے۔ دنیاوی لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے کا واسطہ پڑا۔ پرورش خوش گذرانی کی حالت میں اُسی طریق سے پائی۔ جس طرح کہ امیرزادے ناز و نعمت سے پلا کرتے ہیں۔ وہی حرکات رونما ہونے کا قوی احتمال تھا۔ جو کہ اور نوجوانوں سے اس بے پروائی، آزادی کے عالم میں ہو جایا کرتی ہیں۔ لیکن والدین خصوصاً دادا کی نگرانی شاملِ حال تھی۔ ہر وقت یہی خواہش ظاہر کرتے تھے۔ کہ میرا یہ بیٹا طرزِ عمل تہذیب اخلاق میں یکتائی روزگار ہونا چاہیئے۔ والد ماجد نے ان کو زرعی زمینات قدیمی جاگیرات کی نگرانی کا کام سپرد کیا۔ چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ باپ کے ارشاد کے مطابق آپ گاؤں چلے گئے جہاں غیر معتدل، نوجوان دوستوں سے ملے۔ دوستانہ مگر نا مشروع مجلس سماع

---

۴ آپ کے پاس آکر بطور شاگردی زانوی ادب تہ کیا۔ فتوا نویسی میں کامل دیا۔ تدارسی سے کام لیا۔ حضرت سلطان العارفین رح کے درگاہ تک پہونچا۔ ذکر فکر روحانی تعلیمات کا مشغلہ پایا۔ حضرت شیخ بابا داؤد خاکی رح فرماتے ہیں ؎

مولوی فیروز از فیروزیٔ تلقین او   زود از انتاج نورِ ذکر فرخ فرہ شدہ ۱۰ سن ۹۴

میں شامل ہوئے۔ بدعنوان دوستوں کے غیر معتدل حرکات کے اثر سے نہیں بچے۔ اتنے میں والد ماجد کے کانوں تک یہ خبر پہنچی۔ خبر پہنچتے ہی غضبناک ہو گئے۔ تو فوراً بلا کر سخت تنبیہ کی۔ توبہ استغفار اور ندامت کا اظہار آپ نے کیا۔ رات گذری۔ سویرے اُٹھ کر خانقاہ معلیٰ کی راہ لی، فجر کی نماز کی دوسری رکعت میں روحانی جذبہ کی جنبش بلکہ کشش ہوئی، آہ اور اللہ کی آواز دے کر گر پڑے۔ محویت بیخودی کا منظر دیکھا۔ لوگ نماز سے فارغ ہو کر آئے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ان کے پاؤں پر زخم لگ کر خون کے فوارے نکلتے ہیں صباح کی نماز سے عصر کی نماز تک یہ حالت رہی۔ پھر آہستہ آہستہ عالم ہوش و ہواس میں آ، افاقہ کا حال دیکھا۔ تو بیان یوں کیا۔ کہ فجر کی عین نماز میں جناب امیر کبیر میر سید علی ہمدانی ؒ سید خلیل محتسب، اور مخدوم شیخ حسین خوارزمی کی نورانی روحانیت جلوہ گر ہوئی۔ جناب امیر کبیرؒ نے اپنے مخلص خلیفہ سید خلیل کو مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ کہ "این گریز پا را پے بریدہ کن کہ بار دیگر نگریزد" سید خلیل نے بھی جناب سیادت پناہ کے ارشاد پر فوراً عمل کر کے تلوار نکالی میرے پاؤں کو زخم لگائے۔ اور یہ فرمایا کہ آئندہ یہ بندہ خدا کی راہ سے بھاگ نہ سکے

۲۴ سنہ ۹۷۳ھ میں حسین خان چک والی کشمیر کے زمانے میں جبکہ متعصب امامیہ اثنا عشریوں کے مذہبی تحریکات کے زور و غلبہ نے سنی باشندوں کو مغلوب بنایا۔ آپ شہید کئے گئے۔ مولانا صرفی رح آپ کے وفات کے تاریخ میں یہ فرماتے ہیں ؎

از پے تاریخ آن در دین وحید ۔۔۔ گفت شد از بہر دین ملا شہید

خوارزم اور خراسان کیطرف عزم سفر

حضرت امیر کبیرؒ کی نورانی روحانیت کا جلوہ گر ہونا۔ اور تنبیہ کر کے ایسے مسلک سے پیش آنا در اصل نئی حیات پر گامزن ہونیکا ایک اشارہ تھا، ایک تحریک تھی۔ دوسرے دن کی روئیداد سن لیجئے۔ کہ مخدوم شیخ کمال الدین حسین٭ کو ایک واقعہ میں آپ نے دیکھا۔ جسکا ارشاد یہ تھا۔ کہ وطن ترک کر کے خراسان اور خوارزم کا راستہ لیکر میرے پاس اپنے آپ کو پہنچائیں۔ اور حق حقیقت شناسی کا فیض حاصل کریں۔ اتفاقاتِ حسنہ نے مساعدت کر کے تیسرے دن میں جبکہ خانقاہ معلی کی متبرک عبادتگاہ میں آپ نے استخارہ کی نماز پڑھی۔ ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ جناب امیر کبیر اور مخدوم شیخ کمال الدین حسین کی دیدار سے مسرور و محظوظ ہوئے۔ دنیاوی وابستگیوں کو لات مار کے اور روحانیات کی تعلیم و تحصیل کے لئے اشارے پاگئے۔ جسکی بناء پر آپ اثر میں آگئے۔ امیرزادہ کی شان و شوکت اور عالمانہ جاہ و جلال سے بے تعلق رہے۔ ہاتھ دھو کر بیٹھے۔ گھر میں نہیں بیٹھے اتنی بڑی دور و دراز مسافرت کے لئے تھوڑا سا کچھ تہیہ کر لیا۔ والدین اگرچہ مزاحم ہوئے۔ روک رکاوٹ کے لئے تدابیر اور حیلے کرتے رہے۔ مگر مستعد اور مستقل آدمی کا استقلال بے اثر نہیں تھا۔ والدین تو مایوس ہوگئے۔ آخوند ملا بصیر

٭ عزیز خوارزمی آپکی وفات کی تاریخ بیان کیجاتی ہے۔ مخدوم عالم آپکا مشہور لقب تھا۔ خوارزم کی بلاد میں آپکے کمالات کا بہت ہی بڑا شہرہ تھا۔ مخدوم شیخ شریف الدین حسین آپکے قابل جانشین تھے

خندہ بوتی نے آپ والدین کی تحریک پر ممانعت کی۔ لیکن وہ بھی جناب حضرت امیرؒ کی چشم نمائی سے متنبہ ہوئے۔ تاکہ وہ امتناع سے باز رہیں اور مسافرت کے منازل کو فوراً طے کرنے کے لئے مزید تحریک کر گئے۔

میر حسن گنائی آپ کے والد ماجد کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے چشم بصیرت عطا کی تھی۔ یہ تحریکات قادر مطلق کی قدرت کا خاص جذبہ دیکھکر حوالہ بخدا کر کے راضی ہوئے۔ رخصت دیدیا۔ شاہ نوروز، یوسف کوکہ، بوٹہ صوفی شیخ بہرام چار آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ بانہال کے خطرناک دشوار گذار راستہ اور شدید برفباری کے موسم کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ خراسان، ماوراالنہر کا سفر اختیار کیا۔ اور محض خدا طلبی اور حق حقیقت شناسی کی خاطر نہ صرف وطن سے، دوست احباب سے، بلکہ والدین سے اور دیگر اعزہ سے صدہا میل کے فاصلے کی مفارقت اختیار کی۔ اپنے شوق اشتیاق اپنے استعداد استقلال کا اثر دکھلایا۔ اور دنوں مہینوں کے لئے نہیں بلکہ سالوں تک وہاں رہے۔ بزرگان سلف اور صوفیائے کرام اور علمائے دین کی سیر و سیاحت کا مطلب دنیائے جہان کی بے سود گرد آوری نہیں تھا۔ وہ کوئی خاص مقصد لیکر نکلنے

ـــ موجودہ زمانے میں برطانیہ گورمنٹ کی توجہات کی بدولت جبکہ لاری موٹر ٹانگہ وغیرہ غرض سواری کے تمام ذرایع نہایت سہولت سے میسر ہیں۔ شاہی سڑک بھی قابل گذر ہے۔ جانی خطرات بھی کم و بیش اصلاح پذیر ہوئے ہیں۔ مگر بانہال کے راستے کا نام لیکر اب بھی لوگ کانپتے ہیں۔ ڈرتے ہیں۔ آج سے ساڑھے تین سو برس بیشتر وہ زمانہ مد نظر رکھنا چاہئے جبکہ یہ ساری چیزیں مطلقاً مفقود تھے۔ کسقدر تکلیفات

تھے - اور جب تک انہیں کمال حاصل نہیں کرتے واپس نہیں آتے تھے۔ آپ بھی اپنے کام میں فایز ہو کر گھر پہنچے اور حاصل کردہ فیوض و برکات کا اثر پھیلایا۔
بانہال کے پہاڑ چوٹی پر جب کہ پہنچے۔ تو وہ تھوڑے فاصلے پر آگے گذر کر آ بوٹہ صوفی آپ کے ایک خاص خادم کے پاؤں پھسل گئے۔ موقعہ آ پہنچا کہ گر پڑے۔ امداد کی التجا کر کے کہا یا حضرت مدد کیجئے۔ تو آپ کی وجود کو آگے سامنے دیکھا۔ ہاتھ پکڑ لیا، راستے پر پہنچایا۔ مگر اسکی ٹوپی لیکر اپنے پاس رکھ لی اور نظر سے غایب ہو گئے۔ جب کہ حاضر ہو کر ملاقات کی یہ واقعہ بیان میں آگیا تو آپ نے ٹوپی دکھلائی اور تبسم کیا۔ تحقیقاتی تبصرہ میں یہ واقعہ شہادت دیتا ہے۔ کہ آپ کو وہ مقام حاصل ہوا تھا۔ جو کہ ابدال میں پاتے ہیں۔ نیز بانہال کے راستے کی دوسری منزل سے آپ کا گذر ہوا۔ جہاں محمد شیخ نام ایک متمول آدمی پیش از پیش آپ کے ورود کا انتظار کرتا تھا۔ کیونکہ چند دنوں سے پیشتر اس کو ایک واقعہ میں نہایت تاکید سے تحریک و ترغیب ہوئی تھی۔ کہ تمہارے گاؤں میں جناب حضرت سلطان العارفین رح کا گذر ہوگا۔ جس کی خاطر تواضع کے

صدمات پیش آتے تھے۔ مگر علم و عرفان کے ڈھونڈھنے والے بزرگ بڑی خوشمندی سے چلتے تھے۔ پنجاب ہندوستان خراسان اور عربستان کی بلا کسی خوف و خطرہ کے سیر سیاحت کی منزلیں طے کرتے تھے۔ اور اپنے مقاصد میں اچھی طرح کامیاب ہو کر واپس آتے تھے۔ السفر وسیلۃ الظفر

فرائض بجالائیں۔ تو اسکی دلنوازی دین و دنیا کی سعادتمندی کا ذریعہ ہوگی۔ مہمانداری کی تحریک و ترغیب کے علاوہ آپ کی شکل و شمائل صورت و شباہت دکھلائی گئی۔ آخر تمام شب انتظار میں رہا۔ کہ آپ جلوہ افروز ہوئے۔ دلنوازی کا فریضہ پوری محبت عقیدتمندی سے ادا کیا

مشرکوں کا قبول اسلام

نرصرہ ایک گاؤں کا نام ہے۔ جس کے غیر مسلم ملکدار نے آپ کی آمد کی اطلاع پہنچتے ہی ملک کے اندر آپکا امتناعی حکم جاری کیا۔ رات میں ایک واقعہ دیکھا جو کہ نہایت ہی وحشتناک تھا۔ اس خواب نے اسکو بیدار کیا۔ حکم امتناع واپس لاکر اہل دربار کے بڑے گروہ کو آپ کی پیشقدمی کے لئے تاکیداً تحریک کی۔ آپ بھی شہر کے اندر چند دنوں تک توقف فرماکر خالص توحید پرستی اور اسلام کے عالمگیر مذہب کی خوبیاں بیان

ے کثرت سے وہ لوگ پائے جاتے تھے۔ جو کہ حضرت مولانا صرفی رح کی جد و جہد کی بدولت مسلمان ہوئے تھے۔ جودپور ہندوستان میں آپ وارد ہوئے۔ ایک پرانے بڑے مندر کے اندر آئے۔ پوجاریوں سے مذہبی گفتگو کرتے رہے۔ اور یہ فرمایا۔ کہ گول مول بیجان پتھر کے سامنے سر جھکانا عاقل انسان کا کام نہیں ہے۔ بظاہر یہ بت نہیں جانتا ہے۔ کہ اسکے سامنے کس نے سر جھکایا۔ اور کس نے اسکے سر پہ لات ماری۔ خیر شر یا نفع و ضرر پہونچانا اسکی حد اختیار سے مطلقاً باہر ہے۔ پھر کیا وجہ ہوئی ہے۔ کہ تم لوگ اتنے بڑے پتھر کے ارد گرد بیٹھکر پاٹ پوجا کرتے ہو۔ سر جھکاتے ہو پوجاریوں نے جواباً یہ کہا ۔ از بت ما وسیلہ ایست بحق ۔ این بزرگشت و آن مگر مطلق

بقیہ بر صفحہ

کرتے رہے۔ اس مقصد کو پایہ تکمیل تک اس قدر پہنچایا۔ کہ پرانے زمانے کے ایک مشہور بتخانہ کی عمارت منہدم کر کے غیر مسلموں کا بڑا گروہ مسلمان بنایا۔ مندر کی بجائے ایک بڑی مسجد بنوائی۔

سیالکوٹ میں ورود

ابھی سیالکوٹ کے احاطہ سے باہر تھے۔ کہ ایک جلیل القدر فاضل اجل مولوی محمد سیالکوٹی کو روحانی مشاہدہ کی صورت میں یہ کہا گیا۔ کہ دیکھو کثیر التعداد لوگوں کی اتنی بڑی جمعیت خصوصاً حضرت امام ابو حنیفہؒ بھی میر یعقوب کشمیری کے استقبال کی خاطر آئے ہیں۔ میر یعقوب کشمیری بھی نہایت احترام سے آگے سامنے آ گئے۔ جو کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مخصوص الطاف کے زیر نظر رہے۔ یہ تو ایک واقعہ تھا جب کہ مولوی محمد سیالکوٹی ہوش کی حالت میں آیا۔ ایک بڑے قافلے کے آنے کی خبر سنکر دوڑ گئے۔ میر یعقوب کشمیری کی شکل و شمایل کا منظر رات کے واقعہ کے عین مطابق دیکھا۔ تعظیم و تکریم ادب سے بجا لایا۔

؎ حضرت امام ابو حنیفہ رح کا قرآن مجید کے علوم صحیح باسند احادیث کے ذخیرے اور صحابہ و تابعین کے عملیات کو مد نظر رکھتے ہوئے مذہب کی حیثیت میں ایک ایسا کامل دستور العمل بنانا جسکی تعمیل و تقلید کے بغیر اہل عالم کے دینی و دنیاوی نظم و نسق کا شیرازہ قائم دائم رہنا از قبیل محالات ہے کہ در اصل دین اسلام کی مسلمہ مذہبیات احکامات کی تمام نشر و اشاعت کا ایک اہم باب بن چکا ہے۔ مولانا صرفی رح نے بھی اپنے زمانے میں ایک تجربہ کار

لاہور و کابل میں وُرود

سیالکوٹ کے حدود سے گذرے لاہور میں آپ نے خیام کے خیام لگائے جہاں کہ مولوی صدر الدین قاضی شہر کو اس وجہ سے آپ کے حضور میں آنا پڑا۔ کہ شیخ الاسلام لاہور کے سابقہ زمانے کے مشہور خدا رسیدہ بزرگ نے اس کو یہ کہا تھا۔ کہ "اے صدر الدین جناب سید علی ہمدانی رح لاہور کی سرزمین میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ حیرت کا مقام ہے کہ تم ابھی غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے مدہوش ہو، اٹھو حاضر رہو آداب کے لوازم بجالاو"، یہ تو واقعہ کی صورت میں اشارہ پایا، کل ہی سُنا۔ کہ سرزمین کشمیر کے ایک خدا رسیدہ بزرگ لاہور میں وارد ہوا ہے۔ جسکا نام میر یعقوبؒ ہے۔ ملّا صدر الدین کو ملاقات حاضر باشی کی قلبی تحریک ہوئی۔ دوڑ آکر سلام مصافحہ کا اداب بجالایا ایک خاص مسافت ختم کرکے کابل میں آپ نے قدم جمایا۔ ملّا محمد امین لاری ایک مشہور فاضل اہل کے دولتخانے میں اُتر آئے۔ جو کہ پوری عقیدتمندی سے پیش آیا۔

معالج کی مانند بیمار قوم کی نبض پہ ہاتھ رکھکر جو دوا تجویز کی ہے۔ اُسکو پی جانے سے بیماروں کے قلبی امراض یقیناً زایل ہو گئے۔ دینِ اسلام کے عالمگیر تعلیمات فقہ حنفی مذہبی اصول کی روح لوگوں کے قلوب میں آپنے پھونک دی۔ اور روحانی تحریکات کا لائحہ عمل شایقین طالبین کے سامنے رکھدیا۔ لوگ بھی طیب خاطر سے حاضر ہوئے۔ اپنے پیر و مرشد کے ارشادات پہ عامل کاربند رہے۔ یہ وہ وجوہات ہیں۔ جنہوں نے

اور یہ خواہش ظاہر کر گئے کہ آپ کے ارادت کے حلقے میں منسلک رہے۔ مگر آپ نے صراحتاً انکار کر کے کہا کہ مجھے اپنے پیرومرشد بیعت ارشاد کی باضابطہ اجازت حاصل نہیں ہوئی۔ سر دست تمہارے لئے یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اذکار و افکار سے کام لیکر اپنی ضمیر کو صاف و پاک بنائیں اور نسبت آگاہی سے بخوبی کام لیں۔

سمرقند میں شیخ کمال الدین خوارزمیؒ سے ملاقات۔

بدخشان، بلخ، غورستان کے بلادِ مشہورہ کی منزلیں طے کر کے سمرقند کے حدود تک پہنچے۔ جہاں کہ مخدوم شیخ حسین کا وطن مالوف تھا۔ مخدوم شیخ حسین کا قدیمی دستور العمل یہ تھا۔ کہ آپ اپنی تعمیر کردہ خانقاہ میں سکونت رکھتے تھے۔ خانقاہ کی عمارت سات کمروں اور سات دروازوں پر شامل تھی اسات کمروں کے اندر سات خلیفے رہتے تھے۔ جو کہ اپنے پیرومرشد سے ارشاد نامے حاصل کر کے مامور تھے۔ یہ بھی ارشاد تھا کہ خدا کے راہ کے طالب کو سات کمروں کے سات اصحاب کے پاس یکے بعد دیگرے جاکر صوفیانہ تعلیم کے درجات کا طے کرنا ضروری تھا۔ سارے منازل کے اختتام پر جنابِ مخدوم حسین کی

---

۲ مولانا صرفی کو ابوحنیفہ ثانی کے معزز لقب سے خاص و عام میں مشہور کر دیا۔ یہ لقب قدیم الایام سے یادگار رہا ہے۔ بہر حال آپ نے حنفی مذہب کی اشاعت میں تحریراً و تقریراً جد و جہد سے کام لیا ہے۔ جبکہ سرزمین کشمیر کے باشندے عموماً و خصوصاً امامیہ اثنا عشریوں کی مذہبی تحریکات کے دایرہ میں اندر آئے تھے۔

خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔ مگر مولانا صرفی ابھی خانقاہ کے باہر ہی تھے۔ کہ مخدوم حسین کو روحانی مشاہدہ میں اپنے پیران طریقت جناب سید علی ہمدانی کی باطنی اشارہ سے آپ کے آمد آمد کی اطلاع حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ دروازہ تک آپ کے استقبال کی خاطر آئے۔ نہایت احترام ادب سے ہاتھ پکڑتے ہوئے اپنے خاص کمرہ کے اندر آپ کو بٹھایا۔ ہر چند کہ سات کمروں کے سات خلفا حاضر ہوئے۔ ان کی تعلیم و تلقین کے لئے گذارش کرتے رہے۔ مگر مخدوم شیخ حسین نے فرمایا اس جوان کا کام علیحدہ ہے۔ مجھے ہر وقت یہ فکر دامنگیر ہوئی تھی۔ کہ یہ نوجوان کب ہمارے پاس آئے اور ماسوی اللہ کے خطرات سے آزاد ہو جائے۔ تب تک نہیں آیا۔ جب تک کہ تلوار کے ضرب سے تنبیہ نہ پائی۔ دوسرے الفاظ میں آپ اشعار ذیل کے مصداق ہوئے ہیں۔ جو کہ مسلک الاخیار میں آپ نے درج کئے ہیں ؎ بار چوں در خدمت او یافتم ، روئی دل از غیر خدا تافتم
چوں نظارے کردیا ایں خاکسار ، زورقم آمد بحیط از کنار ، نا آمدہ زورق بحیط الحکم
بلکہ محیط آمدہ در زورقم ، محو بدریا شدم قطرہ وار ، بلکہ محیط ہست مرا در کنار

؎ راقم نیازمند کے قدیمی کتب خانے میں قلمی مسلک الاخیار کی بڑی کتاب موجود ہے۔ جو کہ نیازمند کے والد ماجد مولوی غلام محی الدین مفتی نے لکھی ہے۔ مولوی غلام محی الدین اور ان کے باپ دادے پردادے مولوی عبدالقدوس امیرالدین مفتی ہدایت اللہ مدت العمر تک فقہ حدیث تفسیر ادب دینیات کی کتابیں لکھتے تھے۔ اور درس بھی دیتے تھے۔ علاوہ اس کے آبائی فن فتوی نویسی کا مشغلہ اختیار کئے گئے تھے۔ "خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را"

دنیاوی لگاؤ سے مقاطعہ کے لیئے اور دل کے طہارت کے مقصد کو تکمیل کے
حد تک پہنچانے کی خاطر چند خدمات کی تکمیل آپ کو سپرد ہوئی۔ خانقاہ کے
بڑے احاطے میں جتنے ذاکرین، زاہدین مقیم اور موجود تھے۔ ان کے طہارت خانوں
کا صاف و پاک بنانا اور لنگر خانہ کے مصارف کے لیئے دور دور جنگلات سے
وہ بھی زمستان کے شدید موسم میں لکڑیوں کے گٹھے لانا آپ کا کام تھا۔ پیر و مرشد کا
ارشاد یہ تھا ؎ کہ بکن پاک اے سعید نشان، تو صفائے جملہ درویشاں
بہ معوضہ خدمت جنکہ مولانا صرفی نے بوجہ حسن ادا کی تو اپنے مطلوب پر آپ نے
قدم رکھا ہے اور حقیقی عرفان کے مخصوص درجہ تک پہونچا۔
مختصر کہ نفسانی جذبات کو پامال بنانیوالے خدمات کا انجام مفاد سے خالی نہیں تھا
فوراً یہ نتیجہ نکلا۔ کہ پیر و مرشد نہایت مطمئن ہوئے۔ مسرت کا اظہار کرتے رہے
چنانچہ خانقاہ کے اندر بیٹھنے اور اعتکاف کے آداب بجالانے کا ارشاد دے
دیا۔ چالیس دنوں تک آپ معتکف تھے۔ حقایق و معارف کے فیوض و برکات
خصوصاً علم تعبیر کی پوری شناخت حاصل ہوئی۔ خواب کے عالم میں لوگ جو کچھ
دیکھتے تھے آپ کے پاس آکر بیان کرتے تھے۔ آپ حقیقت حال کی صورت میں

؎ روحانی تعلیمات کے ضروری اصول میں پیر و مرشد کی خدمتگذاری کا فریضہ اپنی اہمیت کے
لحاظ سے نہایت ہی اعلیٰ مقدم فریضہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ؎

ہر خیر ہست خاص خدمت پیر　دال آن ہنر ظلی نفس شریر　منبع عزت بود ہمیش　از تجلی است تاج تعظیمش
چار چیز ہست بیشکی خدمت　ہست کہ چارہ اندرو دولت　دولت چلیست دولت دارین　فرض عین است رکن ادائے دین چون

تعبیر بیان فرماتے تھے، مجاہدہ، کثیر المشقہ، ریاضت کے اشغال کو فروغ دیتے ہوئے آپ نے اپنی ضمیر کو منور بنایا۔ تو بعیت کا ہاتھ دے دیا۔

وطنِ مالوف میں واپسی

کچھ عرصہ گذر کر آپ کو وطن اور والدین کے حُب نے مشوش بنایا۔ اپنے پیرومرشد سے اجازت حاصل کی۔ سرزمین ہذا کی راہ لے لی۔ محلہ درگجن کی بلندی پر شیخ سلطان کشمیری کی تعمیر کردہ خانقاہ میں آپ نے ایک خاص مدت تک اقامت اختیار کر لی۔ سلسلۂ کبرویہ کی ہدایات کی عام تبلیغ میں کوشش کی خدا کے راہ کے طالبین کا ایک بڑا گروہ یہاں تک یعقوب خان چک کے وزیر اعظم یوسف میر کا بیٹا محمد میر بھی اپنا ہی اپنے معبود مطلق کا مطیع بنایا جس کی تفصیل آگے آئیگی۔

خراساں کیطرف دوبارہ سفر

انہی دنوں میں پیرومرشد کے دوبارہ ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا۔ میر محمد خلیفہ اپنے خاص خلیفہ کو محلہ درگجن کی خانقاہ میں بٹھلا کر ہدایت و ارشاد

ﮧ آپ سید علی ہمدانی اور میر محمد ہمدانی کے نظر یافتہ تھے۔ محلہ درگجن کی بلندی پر تالاب ڈل کے پل کے سامنے آپنے ایک بڑی خانقاہ تعمیر کی ہے۔ جسکی یہ خصوصیت بیان کیجاتی ہے۔ کہ پتھر اینٹیں یا چونہ کی بجائے لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے یہ عمارت بنی بنائی ہوئی ہے۔ خانقاہ کے سامنے حمام بھی

تعمیر ہوا تھا۔ جو کہ بہر صورت موجود اور آباد ہے۔ سکندر کے زمانے ۱۱۱۱ھ تک اصل حالت میں خانقاہ کو عبادت ... سلطان ... صاحب ... آج ...

کے لئے مامور کیا۔ خود خراسان خوارزم کے راستہ سے سمرقند کے عازم ہو گئے جہاں پہنچتے ہی یہ اطلاع پائی کہ جناب شیخ کمال الدین حسین حرمین شریفین کی زیارت کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ آپ نے بھی بغداد کی راہ لیکر عربستان کی زمین کی مسافرت اختیار کی۔ حرمین شریفین کی زیارت کا حظ اٹھایا۔ جب تک کہ حرمین شریفین میں مقیم تھے۔ ہر ایک پسندیدہ اچھے بزرگان دین کی صحبت کا فیضان حاصل کیا۔

حج بیت اللہ کے بعد سفر ایران

اثنائے راہ میں جب کہ آپ ایران کے ایک علاقے پر اتر آئے۔ تو آپ کے ورود کی خبر عام طور مشتہر ہو گئی۔ شدہ شدہ ایران کے والی الملک شاہ ... طہماسپ صفوی کی کانوں تک پہنچی۔ جو کہ مذہباً متعصب شیعہ تھا۔ اور جسکی پُرجوش مذہبی تعصب کے حالات برُے الفاظ میں یاد کئے جاتے تھے۔ والی ایران نے ان کو بلا بھیجا۔ تو آپ بھی بلا تحاشا حاضر ہوئے۔ اہل تشیع امامیہ اثنا عشریوں کی بڑی مجلس منعقد ہوئی تھی۔ اور حضرت امیر المومنین سیدنا

ھ سرینگر کشمیر کے بڑے احاطے میں گذرے ہوئے تقدس مآب بندگان دین کی کثرت سے موی شریف جُبے جامہ عمامہ علم مبارک نعلین شریف عصائے مبارک غرض ایسی متبرک چیزیں یادگاریں موجود ہیں۔ جن میں امام موسیٰ علی رضا کی ایک پرانی یادگار یعنی اُن کے عصائے شریف کی نشاندھی کیجاتی ہے۔ اسرار الاخیار میں بحوالۂ فتحاتِ کبرویہ مکتوب ہے۔ کہ یہ عصا حضرت مولانا صرفی رح کو بغداد میں حاصل ہوا تھا۔ جو کہ ۳۴

علی المرتضیٰ کرم کی افضلیت پر انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ
کی حدیث شریف کی سند کی حیثیت سے پیش کی گئی - اور یہی تقریر میں آگیا
کہ فریقین کی مسلمہ یہ سند جناب علی المرتضیٰ کی افضلیت اور بلا فصل خلافت
پر کافی ثبوت اور کامل شہادت دیتی ہے - مولانا صرفی کے بیان کا یہ طرز واقعی
قابل داد ہے - جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پیش کی ہوئی سند نے دراصل کلام کے
خاص مورد پر نظر کرتے ہوئے اجمالی حیثیت سے اپنی نوعیت کو بیان کیا -
کیونکہ حضور نبی کریمؐ کو ایک بڑے جہاد کے لئے ضرور نکلنا پڑا جسکو غزوہ
تبوک کہتے ہیں - تو آپ نے اپنی خانگی امورات کی نگرانی کی خاطر اپنے داماد
جناب شاہِ ولایت کو ہی کو مامور کیا - ان کو یہ بات پسند نہ آئی جس کی دلجوئی
خوشنودی کے لئے حضور رسولِ مقبول نے یہ کلام فرمایا - یہ کلام بظاہر خانگی
امور کی اصلاح کے لئے مخصوص تھا - بلا فصل خلافت سے اسکو کوئی واسطہ
نہیں ہے - کیونکہ اسی کلام میں حضرت موسیٰ نبی اللہ کے کوہِ طور پر جانے کے
بعد حضرت ہارونؑ کے خاص قائمقامی کی بابت تشبیہ کا لحاظ رکھا گیا ہے اب
جس تشبیہ کا حوالہ دیا جاتا ہے - اسمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ حضرت ہارونؑ نے
حضرت موسیٰ نبی اللہ کی وفات سے پیشتر ہی انتقال کیا تھا - بہر حال

ۓ خواجہ حبیب اللہ حبہ نوشہری کے قبضہ میں زیر گارہا ہے - الحال در محلہ مسجد جامع درخانہ شخصے
از روئے انقلاب زمانہ رسیدہ است - دو چار سال کا عرصہ گذرا - کہ خواجہ شاہ نیاز نقشبندی احراری کی
خانقاہ کے موجود متولی خواجہ سلام شاہ نقشبندی متولی نے یہ کام کیا - کہ عصائے مبارک کو خرید کر کے

شاہ طہماسپ اور حاضرانِ مجلس عالمانہ بحث و مباحثہ سُن کر آپ کے وسیع فضل و کمال کا اعتراف کر گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا ابھی مجلس میں حاضر تھے کہ والی ایران نے مذہبی تعصب کے زاید جبر و استبداد سے توبہ کر لی اور اہلِ سنت کے ناحق قتل کرنے کا منع کیا

مشہد میں وُرود

امام موسیٰ علی رضا کی مشہور زیارتگاہ مشہد مقدس میں موجود ہے جہاں کہ اسلامیہ دور دور علاقہ جات کے لوگ زیارت کے اداب بجالانے کے لئے جاتے ہیں۔ حضرت مولانا صرفیؔ بھی سیر و سیاحت کرتے ہوئے وہاں پہنچے چند دنوں تک وہاں توقف فرمایا۔ تو آپ نے دیکھا کہ ایک اندھی عورت فاطمہ نام زیارتگاہ کے سامنے بیٹھکر پوری تضرع سے دعا کرتی تھی۔ کہ "اے خدا مجھے آنکھوں کی بینائی عطا کر۔ مولانا بوڑھی عورت کے عاجزانہ حالت زار سے متاثر ہو کر حال احوال کا راز دریافت کیا۔ حقیقت یہ تھی کہ یہ عورت

مولانا صرفیؔ پوجاریوں کا غیر معقول جاہلانہ جواب سنکر حیرت میں پڑ گئے۔ اور یہ فرمایا۔ کہ اگر یہ بُت گفتار میں آکر صراحتہً و فصاحتہً یہ کہے۔ کہ میں ایسے لوگوں سے مطلقاً بیزار ہوں جو کہ مجھے پرستش کرتے ہیں۔ اور یہ بھی اعلاناً ظاہر کرے۔ کہ دنیا میں سچا مذہب صرف اسلام کا مذہب ہے۔ یہ معاملہ تمہارے سامنے رونما ہو کر تم لوگوں کا کیا رویہ رہیگا۔ پوجاریوں کے ہوش و حواس یہ باتیں سنکر باختہ ہوگئے۔ اپنے مذہبی پیشوا برہمنوں سے مشورے کرنے لگے

تین خلفائے راشدین کی نسبت بغض و عداوت کی علت سے مبتلا ہو کر اعلاناً ان کے متبرک اسماء گستاخانہ بے ادبی سے لیتی تھی۔ آخر خدا کے برگزیدہ مقبول بزرگان دین کی عداوت کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وہ صباح کے وقت اٹھتے ہی یہ حال دیکھا کہ اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں تھیں۔

مسافرت کی حالت میں غیر آباد جنگلات کی منزلیں طے کرتے تھے۔ کہ ایک واقعہ رونما ہوا کہ عربستان کے عراق میں ایک دو منزلیں طے کر گئے پانی کا نام و نشان تک نہ پایا۔ قافلہ کے لوگ اضطرار و اضطراب کی حالت میں پڑے۔ مولانا صرفی کے حضور میں آئے۔ ہمت مرداں کے خواستگار ہوئے۔ مولانا صرفی نے دعا کی۔ فوراً دعا کی اجابت کے آثار رونما ہوئے۔ کہ میدان کے ایک کونے سے آواز آئی۔ مگر آواز دینے والے کا وجود زیر نظر نہیں آیا۔ اور یہ ایک خدائی تحریک تھی۔ کہ میدان کے دوسرے کونے کی راہ لیجئے۔ جہاں کہ خوشگوار پانی کا چشمہ موجود ہے۔ لوگ دوڑ گئے کافی مقدار پانی کا پایا۔ اور سیراب ہو گئے۔

---

۳ متفقہ صورت میں یہ رائے قائم کر کے کہہ گئے ہیں۔ کہ بتوں کا کلام کرنا ایک جادو کے اثر کا کام ہے۔ جسکی بنا پر اپنی اسلاف کی ملت ہم نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ مولانا صرفی رح مایوس ہو کر مندر سے باہر آگئے۔ تھوڑے ہی فاصلہ پر گذر کر ایک نوجوان طاقتور راجپوت پر عاشقانہ رنگ کی نظر پڑی جو کہ شکل و شمائل میں بےنظیر تھا۔ خوبصورت نوجوان راجپوت نے جوش شباب سے کام لیکر مولانا کو قاتلانہ حملہ کی صورت میں تین چار تیغ کا نشانہ بنایا۔ مگر یہ تیر انکے بدن کے ایک جانب سے آکر دوسرے

ایک دفعہ ہمراہ رفقا کو نقدی جنسی جس قدر سرمایہ موجود تھا، وہ سارا ختم ہو گیا ایکطرف مسافرت خصوصاً خطرناک شدید سفر ایکطرف توشہ راہ کے اختتام پر نظر کرتے ہوئے اپنے حال زار پر روتے رہے تو مولانا صرفی نے دردِ دل سے دعا کی فوری اجابت کا تسلی بخش اثر یہ نکلا۔ کہ آپ نے راستہ سے تھوڑے فاصلے پر گذر کر ایک پتھر اُٹھایا۔ جسکی تہ سے سونے کے بھرپور پھوٹلی پائی۔ پھوٹلی میں جس قدر رقم موجود تھی۔ وہ سارے رفقا کی ضرورت و مصارف کے لیئے کافی ہوئی۔ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ آپ ہر وقت خصوصاً سیر و سیاحت کی حالت میں کشفیہ کرامات کا اظہار کرتے تھے۔ نہ بلا مفاد صحرانوردی لوگوں کے سامنے رکھنا چاہتے تھے۔

نزول حرمین شریف و علامہ ابن حجر سے ملاقات

حرمین شریفین عربستان اور دیگر اسلامیہ مشہور بلاد کی سیر و سیاحت میں خاتم المحدثین ابن حجر مکی سے آپ نے ملاقات کی۔ علم حدیث بھی پڑھا۔ جس کی باضابطہ سند بھی حاصل کی۔ مدینہ مطہرہ میں چالیس دنوں تک توقف فرمایا جب تک وہاں مقیم تھے، قرآن خوانی، ورد وظایف درود شریف پڑھنے کے

٢ دوسری جانب سے باہر آگئے۔ بے اثر ہو گئے۔ نوجوان راجپوت یہ حال دیکھکر ہوش میں آگیا اور مولانا صرفی رحمہ کے سامنے حاضر ہو کر حد سے بڑھکر انکسار کا اظہار کیا۔ عذر خواہی کی۔ اور گھر آنے کی دعوت دیدی۔ مولانا بھی دعوت قبول کر کے اسکے گھر میں آگئے۔ جہاں کہ متمول راجپوت اہل ہنود کا ایک بڑا گروہ حاضر اور منتظر تھا۔ اور وہ مولانا کے روحانی تصوفیانہ باتیں

سوا کسی اور مشغلے میں نہ رہتے تھے، بلکہ اس کا نام تک بھی نہیں لیا۔ مکہ معظمہ کے دار العلوم کے صدر مدرس مولوی عبد العزیز مولوی محمد خلیل کی درسگاہ میں حاضر ہو کر اپنے قلب کا شرح حاصل کیا۔ بلکہ فصوص الحکم کا درس شیخ محمد حسن شافعی مکی سے پڑھا۔ شیخ فتح اللہ مدنی سے فتوحات مکیہ کے رازو رموز کی شناخت حاصل کی۔ھ

حرمین شریفین سے واپس آکر ہندوستان پھر گجرات میں چند دنوں تک قیام فرمایا۔ جہاں کہ ایک شخص کے گھر میں اُتر آئے۔ چونکہ یہ شخص اپنے خاندانی نسب نامہ کو امام ابو حنیفہ تک مسلسل ملاتا تھا۔ اور اپنے جد بزرگوار امام العالم کا ایک جامۂ مبارکہ اس کے گھر میں محفوظ تھا۔ تو یہ جامہ مبارک باطنی ارشاد کے مطابق آپ کے پاس پیش کیا۔ اور عاجزانہ لب و لہجہ میں یہ کہا "گر قبول افتد زہے عزو شرف" خواجہ حبیب اللہ نوشہریؒ کا جامۂ مبارکہ کی نسبت، ایک مشہور مقولہ یادگار رہا ہے۔ جو کہ منظوم مقامات

ھ علم الاحادیث صحاح ستہ مشکوٰۃ شریف وغیرہ کی باضابطہ بالکل با اثر اجازت کا عمدہ ترین سلسلہ جناب علامہ شیخ ابن حجر مکی ہیتمی اور جناب امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی وساطت سے علامہ سید سعید اندرابی ملارڈی تک محفوظ رہا ہے۔ علامہ سید سعید اندرابی نے اپنے فارغ التحصیل تلامذہ میر سید عبد اللہ شاہ دایرہ ہاری قادری۔ میر شمس الدین اندرابی واعظ محمد یحییٰ قمر الدین قاضی تاربلی مولوی عزیز الدین مفتی وازہ پوری مولوی حسن شاہ تقی خانیاری ملا عبد القادر سلیمانی بتہ مالنہ وغیرہ کو احادیث شریفہ صحاح ستہ وغیرہ کے اجازت نامے لکھکر تبرکاً عنایت کی ہیں۔ مولوی عبد القادر بتہ مالنہ کے اجازت نامہ کی نقل مطابق اصل یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد

گجرات میں ایک مشہور شخص محمد مہدی نام نے ان دنوں میں جبکہ مولانا صرفی وہاں پہنچے مہدویت کا دعوی دیا۔ مافوق العادہ نظاروں کے دکھلانے کا اعلان کیا مولانا صرفی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر انہیں خیالات کا تبادلہ کرتے رہے۔ فضل و کمال کا یہ چمکتا ہوا ستارہ جبکہ آگرہ میں مقیم تھا۔ تو ایکدن دوپہر کے موقعہ پر سوتے ہوئے قیلولہ کرتے تھے۔ اتفاقاً دیکھنے والے رفقا نے یہ دیکھا۔ کہ آپکے بدن کو سخت جنبش ہوئی۔ جنبش ہوتے ہی آپ کے بدن پر ایک سفید کرتا پہنا ہوا نظر آیا۔ بیدار ہوکر یہ روئیداد آپنے بیان کی۔ کہ ابھی جناب نبی کریمؐ کی نورانی روحانیت جلوہ گر ہوئی۔ مخدوم شیخ کمال الدین حسین وغیرہ حضرات سامنے حاضر تھے۔ مخدوم شیخ کمال الدین نے گذارش کی صورت میں فرمایا۔ کہ یہ جوان میری ارادتمندی میں شامل ہوکر نہایت ہی سچا پکا نکلا۔ حضور پرنور سے امید ہے کہ اپنی عنایت کی توجہ مبذول فرمائیں۔ جناب رسول مقبول نے اپنے خاص لباس کا ایک کرتا مخدوم کمال الدین حسین کو دے دیا۔ اور فرمایا کہ اس مستعد نوجوان کو زیب تن کریں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ تبرک ایک خاص مدت تک مولانا صرفی کے پاس موجود تھا۔ جو کہ خواجہ حبیب اللہ نوشہری کو اور خواجہ حبیب اللہ نے خواجہ زین الدین علی دار کو عطا کیا۔

واله وصحبه اجمعين اما بعد فيقول العبد الضعيف الراجي الى رحمة الله المجيد محمد سعيد ابن السيد جمال الدين لا انداربي اني اجزت لطالب العلوم العقلية والنقلية ملا عبد القادر السليماني الحنفي القادري ان يروي عني الاحاديث النبوية من المصابيح السنة والمشكوة الشريفة والشمائل النبوية

شیخ سلیم چشتی فتحپوری سے اخذِ فیوضات

یہ اُس زمانہ کی بات ہے جبکہ مولانا صرفی نے آگرہ سے گذر کر فتحپور سیکری کو اپنی تشریف آوری سے بارونق بنا دیا۔ جہاں کہ شیخ سلیم الفاروقی العمری کی ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ تین بار ملاقات کر کے رُوحانی نسبت کا رابطہ بڑھایا اور چیستہ تعلیمات کا بڑا سرمایہ حاصل کیا۔ مزید برآں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی چند متبرک یادگاریں حاصل کیں۔ سیر و سیاحت کے دوران میں مولانا صرفی نے تقدس مآب جن اصحاب سے ملاقات کی۔ وہ تو کثیر التعداد افراد ہیں۔ قابل اعتماد ذرایع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ نے سرہند کی سرزمین کو اپنی تشریف آوری سے منور فرمایا۔ جناب امام شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے درگاہ تک پہنچکر دوستانہ تعلقات کا سلسلہ برپا کر دیا۔ طریقہ مجددیہ کی تعلیم کے ارشاد کا اعزاز حاصل کیا۔ علاوہ اس کے جناب مجدد الف ثانی نے بھی سلسلہ کبرویہ کے ہدایات کے اکتساب کا مطالبہ کیا۔ جس کی کامل شناخت سے آپکا پیمانۂ عرفان لبریز ہو گیا

لامام الترمذی والمؤطائین لامام دار الهجرة مالك بن انس الاصبحی و لامام الحسن الشیبانی والحصن الحصین لامام الجزری وغیرها من المسلسلات کما اجازنی مولی الآفاق حاجی الحرمین الشریفین مولوی محمد اسحاق الدهلوی وطنا وحرم الله مدفنا العمری نسبا الحنفی مذهبا وکما اجازنی روایة الصحاح الستة والمشکوة الشریفة والحدیث المسلسل بالاول الشیخ محمد سعید المحدث عن الشیخ ابو سعید

کابلستان کے مشہور بزرگ میر محمد عرب، سیادت پناہ میر عبداللہ، قاضی ابوالمعالی، مولوی خورد، آخوند ملا جلال الدین دوانی، علامہ محمد لاری، پھر بدخشان قندوز میں شیخ محمد علی بدخشانی، درویش محمد امین قندوزی، شیخ شمس الدین شتنگی بعدہٗ رستاق میں شاہ یوسف مجذوب من بعدہٗ بلخ میں محمد زاہد بلخی، حاجی دوست محمد خان، قصبہ نارنول میں شیخ نظام الدین نارنولی، قاضی محمد صالح، علامہ شاہ ابوالخیر خواجہ خورد کی صحبت کا استفادہ اٹھایا۔ روحانی نسبت کے فوائد حاصل کئے۔ علاوہ اس کے سلطان علی اویسی کے حضور میں جو کہ بمقام اوبہ مقیم تھے زانوئے ادب تہ کیا۔ اور بقول خواجہ محمد اعظم دیدہ مری مصافحہ معمریہ کی سند بھی حاصل کی۔

کولاب کی طرف رُخ کیا۔ جہاں جناب سید علی ہمدانی کی زیارتگاہ میں تقریباً تین ماہ تک قیام پذیر رہے۔ خواجہ مکنگی اور حاجی محمد پینہ دوز جو کہ بخارا کے باشندے تھے۔ ان کی معارف شناسی کے خاص خاص اوصاف ملک کے طول و عرض میں بخوبی پھیلے ہوئے تھے۔ مولانا صرفی ان کے پاس حاضر ہو کر ایک خاص مدت تک ٹھہرے۔ صوفیانہ رنگ میں گفتگو کرتے رہے اور طریقۂ نقشبندیہ کے تبرکات حاصل کر گئے۔ سیر و سیاحت صحرانوردی کا جو کچھ مقصود تھا۔ وہ میسر ہوا ہے

عَنِ الشیخ سراج احمد عن محمد مرشد عن محمد ارشد عن مولانا فرخ شاہ عن الشیخ محمد سعید عن الامام الربانی مجدد الالف الثانی الشیخ احمد السرہندی عن مولانا ومُرشدنا وملاذنا وملجانا الذی کان من ارشد تلامیذ ابن الحجر المکی الهیتمی الشیخ یعقوب الصرفی العاصمی الهمدانی الکشمیری وایضاً اجازنی الشیخ احمد سعید

سیاحت بعالم بسے کردہ ام، ملاقات باہر کسی کردہ ام، وریں راہ ہر جا کہ بود ست کس، نگاہے از دگر کردہ ام ملتمس، سرزمین کشمیر کے عوام النّاس کی کیا بات ہمعصر مشائخ، اولیا، سادات اور علما کے طبقے آپکے بالاستقلال سیر وسیاحت پر اور خانقاہ نشین صوفیوں کی صحبت میں حاضر ہو کر عرفان سے کافی فواید حاصل کرنے پر رشک رکھتے ہوئے مدّاح ثنا خوان تھے۔ سفر کے تکلیفات قسم قسم محنتیں، فاقہ کشی کے شدید صدمے سامنے آگئے، لیکن آپکے پائے استقلال کو ذرہ برابر بھی لغزش نہیں ہوئی۔ آپ اپنے غیر متزلزل ارادوں اور عزم راسخ پر ثابت القدم رہے اپنے وطن میں آپ روحانی تعلیمات کبرویہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ وغیرہ سلاسل کے ہدایات کی نشر واشاعت میں پڑے، قوم میں نئی روح پھونکدی، بزرگان دین آپ کو وقت کا مجدد سمجھتے تھے۔ امام ابو حنیفہ ثانی جامع الکمالات کے القاب وآداب سے یاد کرتے تھے۔ اور آپ کے عالی کمالات کی جامعیت کا کامل اعتقاد رکھتے تھے۔ خدا کے راہ کی طالبوں سے جن لوگوں نے آپکے تقدس مآب درگاہ پر حاضر ہو کر باضابطہ ارشاد نامے حاصل کئے ہیں۔ سو دو سو نہیں بلکہ تقریباً ایکہزار تک ان کی تعداد بیان کی جاتی ہے۔ ہدایت ارشاد کے مسند پر بیٹھکر حق حقیقت شناسی کے الطاف و لطایف کی تبلیغ ہی پر بس نہیں کی۔ بلکہ کچھ مزید علمی فیضان کی نشر و

المجددی المسلسل بالاولیۃ خاصۃ بروایۃ حاجی الحرمین مولوی محمد اسحاق وایضاً اجازنی بالحدیث المسلسل بالاولیۃ حاجی الحرمین السید فضل اللہ المحدث عن مولی الآفاق الممدوح بشرط ان اشکل علیہ شیٔ ان یتفصح ویتتبع من تراجمہا

اشاعت میں تصنیف و تالیف کے ذریعہ ہندوستان، عربستان غرض اسلامیہ دور دور علاقہ جات سے مذہبی کتابیں خرید کر کے یہاں پہنچانے میں آپ سرگرم و کوشاں رہے۔

آپ کی تزویج

سیّد قیام الدین علاؤالدین پورہ کے خلف الصدق سیّد علاؤالدین ایک شریف خاندانی سیّد زادے کی صاحبزادی سے جو کہ محلہ علاؤالدین پورہ میں شاہ قاسم حقانیؒ کی زیارتگاہ کے آس پاس سکونت رکھتے تھے۔ آپ کی شادی ہوئی ۹۵۳ھ میں مستحسن طریقہ پر یہ شادی عمل میں آئی۔ محمد یوسف نام ایک صاحبزادہ اس شادی کا نتیجہ پیدا ہوا۔ جو کہ جوانی کی عمر میں بلا اولاد انتقال کر گیا۔

شیعہ حکومت کے دور میں مولانا کی خدمتِ وطن

عین اس وقت جبکہ حکومت کے انتظامی رفتار میں تباہ کن انقلابات اور متعصبانہ روش رونما ہوئی اور ماتحت زیر اثر رعایا کے ملکی و مذہبی حقوق تلف ہو گئے۔ تو مولانا صرفیؒ جیسے اولوالعزم مدبر مذہبی پیشوا کو منتظمہ پولیٹیکل معاملات میں ضرورتاً دخل دینا پڑا۔ واقعات یوں بیان کئے جاتے ہیں۔ کہ سلطان شمس الدین شہمیری خاندان کے افراد یکے بعد دیگرے تخت حکومت پر بیٹھکر اپنی رائے کے مطابق یا

وشرو جہا و ان لا ینسانی بالدعا واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین ۱۲۸۰ شسلہ

س ع ی د

ماحول اہلِ درباروں کے مشوروں کی بنا پر کارروائی کرتے تھے۔ چنانچہ سلطان حسن شاہ ۵ اور سلطان محمد شاہ کے حیرت انگیز عہد میں امامیہ اثنا عشری مذہب کے ایک مشہور مبلغ میر شمس الدین عراقی اپنے وطن خراسان کو خیرباد الوداع کہکر سرزمین ہذا میں آکر ابتدا میں خفیہ تقیہ کی حیثیت سے بعدہٗ اعلانًا اپنے ذاتی مذہب کی باتوں کی تبلیغ میں کوشاں رہا۔ مذہبی جوش و خروش کا رنگ اختلاف کی صورت میں پیدا کر دیا۔ علاوہ اس کے بیہقی سادات کو جو کہ سلطان بڈشاہ اور سلطان حسن بلکہ سلطان محمد شاہ کے رشتہ دار ہوئے تھے۔ اہلِ درباروں کے زمرے میں شریک شامل ہونے کے ذرائع پیدا ہوئے تھے۔ جس کی بنا پر قدیمی مشیروں، اہلکاروں کو اس وجہ سے کہ اتنی بڑی سلطنت کا حاکمانہ اختیار خود پسند سید زادوں کے ہاتھ میں رہنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ان کے مقابلہ میں ضرورتًا ناکام رہنا پڑا۔ مگر سادات بھی جو کچھ چاہتے تھے۔ اپنی منشا کے مطابق کرتے تھے۔ ان باتوں نے نظام حکومت میں غیر متوقع کشمکش، ہنگامے، فسادات، پارٹی بازی کی شورش تحریک پیدا کر دی تھی، بہت زمانہ گذرنہ پایا۔ کہ شاہ میری خاندان اسلامیہ سلاطین کشمیر کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ ساتھ ہی

۵ ہمارے پاس مستند تاریخنامجات کے بڑے ذخیرے موجود ہیں۔ جو کہ میر شمس الدین عراقی کی روئیداد کا حوالہ دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس زمانہ میں یہاں آیا۔ جبکہ سلطان حسن شاہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ ابتدا سے لیکر سلطان حسن شاہ کے زمانے تک سرزمین ہذا میں اہل التشیع امامیہ اثنا عشریوں کے مذہب کا نام و نشان تک موجود نہیں تھا۔ سنہ ۸۹۲ھ میں امامیہ اہل تشیع مذہب کی اشاعت کی ابتدا ہوئی ہے۔ اہل تشیع کے ایک خاص گروہ کے افراد اپنے پہلے مبلغ میر شمس الدین عراقی کی خاندانی سیادت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور ۴

۴ یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ موسوی سادات سے نسبًا تعلق رکھتا تھا۔ موسوی سادات حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ذریت سے تصور کرتے ہیں۔

قدرت کے کرشمے دیکھئے کہ ادنیٰ درجہ کے خاندانوں کو جو کہ اسلامیہ سلاطین کشمیر کے معمولی ملازم خدمتگذار نوکر تھے۔ اُٹھنا تھا زمانہ کے رفتار خصوصاً نفاق پسند اشخاص کے ذاتی اغراض سے آہستہ آہستہ وہ اُٹھ گیا۔ ادنیٰ درجہ کے خاندان سے چک خاندان کے افراد مُراد ہیں۔ جنہوں نے ۹۰۰ھ میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر سپہ سالاری، صاحبکاری اور بالاستقلال ملکداری حاصل کی۔ چونکہ شاہی اہلِ دربار اور چک خاندان کے اکثر افراد میر شمس الدین عراقی کے امامیہ مذہبی رنگ سے رنگین ہو گئے تھے۔ اسلیئے وہ بھی اپنے ذاتی مذہب کی نشر و اشاعت میں کافی حصہ لے گئے۔ جبر و تشدد اور مذہبی تعصب کے ہنگامے فتنے فساد برپا کیے گئے۔ اہلِ سنت کے استیصال کے لیئے کمر بستہ رہے۔ یہاں تک کہ حضرت سُلطان العارفین مخدوم شیخ حمزہ جیسے تقدس مآب مذہبی پیشوا شہر سے نکلے گئے۔ خواجہ رفیق اشائی کو موضع اولر پھر علاقہ کوٹھار میں جانا پڑا۔ بابا فتح اللہ حقانی نے سیالکوٹ کی راہ لے لی۔ مشاہیر کشمیر سادات، سجادہ نشینوں کے اکثر اشخاص مجبوراً امامیہ مذہب کی تقلید مندی پر آگئے۔ حضرت ریشی بابا داؤد خاکی ملتان اوچھ کے پیران طریقت کی زیارت کے عازم ہوگئے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ یعقوب خان چک کے غیر معتدل حکومت میں

سے خواجہ محمد طاہر اشائی آپکا نام تھا۔ فتحکدل میں جسکو موجودہ زمانہ میں اشائی کوچہ کہتے ہیں۔ سکونت رکھتے تھے۔ خواجہ ابراہیم اشائی اپنے باپ کی وساطت سے میاں عبد الشکور لاہوری ملتانی سے خط و کتابت کرکے سلسلہ سہروردیہ کی تعلیمات کا ارشاد نامہ حاصل کیا۔ اور شہر دیہات میں پیری مریدی کا دورہ کر کے روحانی ہدایات کی تبلیغ کا فریضہ

قاضی میر محمد علی بڈشاہی بخاری کے پوتے قاضی میر موسیٰ بڑے پایہ کے آزاد خیال صاف گو اور متدین قاضی القضات تھے۔ ایک مرتبہ قاضی القضات شاہی دربار میں بلائے گئے۔ دربار میں مگر یعقوب خان چک کی تحریک کی بنا پر اس فتویٰ کی تحریر پر مامور بلکہ مجبور کئے گئے۔ کہ موذن لوگ اذان کے ساتھ علی ولی اللہ کا کلمہ شامل کر کے پڑھا کریں قاضی القضات نے اس قسم کے فتویٰ کی اجرا سے بلا کسی قسم کے رعایت کے بر سر دربار قطعاً و اعلاناً انکار کر دیا۔ شاہی دربار خصوصاً متعصب غیر معتدل غیر فہمندہ اہل تشیع کے دربار کی نظروں میں یہ حق گوئی جرأت حریت پسندی بہت بڑا جرم تھا۔ یعقوب خان چک مغرور بادشاہ مذہبی جوش میں آگیا۔ در پردہ قاضی القضات کے قتل کے خیال میں کوشاں رہا۔ ایک دن دربار میں بلا کر کہا۔ کہ تم میرے دشمن ملک شمس الدین چک کے ساتھ اتفاق و اتحاد کا رابطہ رکھتے ہو۔ یہ الزام در اصل بلا حقیقت تھا۔ جس کے تہ میں در اصل قاضی القضات کے قتل کی مدعا کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ چنانچہ سر اجلاس آپ شہید کئے گئے۔ وہ درجہ آپ نے پایا۔ جو کہ متدین حق گو علما کو وراثۃً ملا ہوا ہے۔ متعصب ظالم بادشاہ کلیجہ ابھی ٹھنڈا

۵ قاضی علاء الدین علی کے پوتے میر محمد علی قاضی بڈشاہی نے اس وقت جبکہ سلطان بڈشاہ کی عملداری کا زمانہ تھا۔ اپنے باپ قاضی میر محمود کی وفات کے بعد بخارا کو چھوڑ کر کشمیر میں آیا۔ اور رہائش کی۔ شاہی دربار میں بڑا اقتدار اور جاگیرداری پائی۔ قاضی سکندر قاضی ابراہیم میر کمال الدین میر محمد قاضی اور جناب میرزا زک نیازی قادری آپکے اولاد و احفاد علم و عمل کی قابلیت کے لحاظ سے بڑی عزت پا گئے ہیں۔ قاضی میر موسیٰ قاضی سکندر کے بیٹے ہیں۔ گلزار خلیل وغیرہ میں آپکے خاندانی حالات بڑی تفصیل سے مذکور ہیں۔

نہیں ہوا۔ تو قاضی القضات فاضل اجل کی مقدس لاش ہاتھی کے دم سے باندھ کر شہر میں پھرائی۔ کہتے ہیں جب ان کی لاش اپنے گھر پہنچی۔ تو اس کی ماں نے اس پر اپنا دوپٹہ نثار کر کے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ الحمد للہ میرا بیٹا خدا کی راہ میں شہید ہوا۔ بہر حال یہ ساری روئداد مولانا صرفی کے کانوں تک پہنچی۔ جو کہ محلہ درگجن کے خانقاہ میں با قاعدہ تبلیغ دین کا کام کرتے تھے۔ تو وہ غیرت میں آگئے۔ با اقتدار اہل الرائے چند اصحاب مثل بابا داؤد خاکی، حیدر چک برادر یعقوب خان چک۔ بہرام نایک اور فتح خان اپنے ساتھ شامل کر کے چک خاندان کے جبر وتشدد کے استیصال کے خیال میں پڑے۔ چنانچہ یہ ارکان بطور سیر وسیاحت بسر کردگی مولانا صرفی روانہ ہوئے اکبری دربار تک پہنچے۔ اور جلال الدین اکبر شاہ کو چک خاندان خصوصاً یعقوب خان چک کے متعصبانہ ظلم وستم کا ٹرا بھاری دفتر پیش کر کے تسخیر کشمیر کی ترغیب دے دی۔ اور چند شرائط کے ساتھ عہد وپیمان کر کے خود بھی ظاہری و باطنی امداد دینے کا وعدہ کیا۔ وہ عہد وپیمان جو ان قومی نمایندوں نے کیا ہے۔ اس کے شرائط بطور خلاصہ ذیل میں درج ہیں۔

۵ محمد خلیل مرجان پوری نے اپنی مصنفہ فارسی تاریخ میں عہد نامہ کے شرائط کی نقل یوں لکھتے ہیں
(۱) در مقدمہ مذہب و احکام ملت خلافے از طرف حکام موجود نبا ید۔ (۲) پرستار غلام از ہنود و مسلمین کشمیر نگرفتہ باشند۔ (۳) مردم از تکالیف شاقہ و بیگار مرفہ دارند (۴) در امورات ملکی کشمیریان را اقتدار نہ بخشند (۵) در ضبطی و گرانی غلات نکوشند (۶) در تجارت و سوداگری دخل نہ دہند (۷) چکان شیعہ را در کشمیر ساکن نداریند فقط
اکبر جلال الدین کی تسخیر کشمیر کی تاریخ خیر مقدم کے فقرے سے نکالتے ہیں۔

(۱) حاکم وقت امورات مذہبی بیع وشرا اجناس وغیرہ میں دخل انداز نہ ہو (۲)
حاکمان و اہلکار سرکار اہالیان کشمیر سے غلام و کنیز نہ رکھیں (۳) باشندگان ملک
ہر قسم کے جور و بدعت شر وظلم و تعدیت سے مامون رہیں (۴) جب تک امرائ
کشمیر مصدر فساد و عناد رہیں۔ ان کو امورات ملکی و مال میں دخل نہ دیا جاوے۔ تاکہ
وہ رعایا کی دل آزاری کا باعث نہ ہوں۔

باضابطہ شرائط کے تصفیہ کے بعد اکبر شاہ نے مرزا قاسم خان میر بحر
اپنے افسر فوج کو ۲۴ ہزار افواج دیکر تسخیر کشمیر کے لئے مگر حضرت مولانا صرفی
کی تحریک و ترغیب کی بناء پر مامور کیا۔ مرزا قاسم خان یہاں آیا۔ یعقوب خان چک
اپنی مخصوص ورده فوج کو ہمراہ لیکر جنگ و جدال پر مستعد رہا۔ مگر نمایاں شکست
کھا کر گرفتار کر لیا گیا۔ اکبر شاہی فوج فاتحانہ صورت میں سنہ ۹۹۴ھ مطابق سنہ ۱۵۸۶ء
کامیاب رہی۔ چک خاندان کی متعصب آمیز غالب سلوکی ختم ہوئی۔ دراصل اکبر
جلال الدین کا حاکمانہ حیثیت سے یہاں آنا اور مغلیہ سلطنت کا رویہ قایم ہوتا۔
ساتھ ہی متعصب امامیہ اثنا عشریوں اور چک خاندان کی جابرانہ حکومت کا

سنہ ۹۹۴ھ سے لیکر سنہ ۱۱۶۶ھ تک مغلیہ اکبر شاہی خاندان کی حکومت کا زمانہ تھا۔
بعدہ افاغنہ کابلی پٹھانوں کی غیر معتدل حکمرانی کا دورہ تھا۔ جو کہ سنہ ۱۲۳۴ھ تک رہ چکا ہے
مہاراجہ رنجیت سنگھ کے غالب سلوکی کے زمانے کو وہ بھی ۳۰ سال تک جابرانہ سکھا شاہی
کہتے ہیں۔ ممن بعد موجودہ ڈوگرہ جموال راجپوت عملداری کے بانی مہاراجہ گلاب سنگھ
ڈوگرہ نے جو کہ سکھا شاہی کا ایک رکن تھا۔ سنہ ۱۲۶۳ھ میں یہ کام کیا۔ کہ اپنے قدیمی ولی نعمت
سرپرستوں سے دیدہ و دانستہ گریز کرتے ہوئے انگریزوں کے دام تزویر میں آیا۔ اور سرزمین ہذا کا قبضہ

خاتمہ ہونا یہ ساری روئیداد جناب مولانا صرفی کی مستحسن جدوجہد کا نتیجہ بیان کرتے ہیں۔ اطمینان و اصلاح کشمیر کے بعد جناب مولانا صرفی نے دوبارہ حرمین شریف کی زیارت کے لئے سفر اختیار کر لیا۔ عربستان حجاز کی سیر و سیاحت اور حرمین شریف کی زیارت سے فراغت حاصل کر کے واپس آئے۔ بہت سی مذہبی کتابیں جو کہ چک خاندان کے متعصب امامیوں کی دستبرد کی وجہ سے نابود ہو چکی تھیں ساتھ لا کر خطہ ہذا میں رواج دیں۔ تمام مبصرین کہہ گئے ہیں۔ کہ اسلام خالص توحید پرستی کی عام نشر و اشاعت کی ابتداء آنحضرت جناب سید بلبل شاہؒ کے بعد جناب میر سید علی ہمدانیؒ کے بابرکت نام سے وابستہ رہی ہے۔ بہر حال تشیع امامیوں کے مذہبی تحریکات کے ازالہ میں جناب مخدوم شیخ حمزہ سلطان العارفینؒ نے وہ استقلال دکھلایا۔ کہ پھیلے ہوئے بدعات غیر مانوس رسومات کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ ساتھ ہی اہلسنت کے علمی فیضان مذہبی برکات نے جناب مولانا صرفی کے مستحسن بہترین جدوجہد کی بدولت سر نو وجود پایا۔ ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ ان حضرات کے بغیر

؎ سیر و سیاحت کے دوران میں ملا عبدالقادر بدایونی سے آپ نے متواتر ملاقات کئے۔ اور شاعرانہ رنگ کے لطف آمیز خیالات کا اظہار کیا۔ ملا عبدالقادر اکبر بادشاہ کے علمی درباریوں کے بڑے زمرے میں منسلک تھے۔ متعدد مضامین کی کتابیں خصوصاً تاریخ بھی آپ نے تصنیف کی ہے اپنی مصنفہ کتابوں میں مولانا صرفیؒ کی طبعی ذہانت اعلیٰ قابلیت کی بے انتہا تعریف و توصیف کرتے ہیں۔

دیگر بزرگان دین علما، سادات، اولیا کے مذہبی خدمات بے اثر رہ چکے ہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ ہر ایک محترم بزرگ اپنے مفوضہ فرائض مذہبی معلومات روحانی تعلیمات کی تبلیغ میں حتی الامکان ساعی سرگرم رہا ہے۔ مگر اس بڑے مقصد میں جناب سید علی ہمدانی، حضرت سلطان مخدوم شیخ حمزہ اور مولانا صرفی مافوق خصوصیت اور امتیاز کے ساتھ کامیاب ہوئے ہیں

سلسلہ تصنیفات

قلمرو کشمیر میں محترم اولوالعزم باشندوں میں سے جس بزرگ نے تصنیفات کا مشغلہ اختیار کرکے کتابی صورت میں یادگار حسنہ چھوڑ دیا ہے بقید نام کتاب و نام مصنف اُن کی مصنفہ کتابوں کی نسبت باضابط تحقیقات کرکے ایک مکمل فہرست مرتب ہوئی ہے۔ حضرت مولانا صرفی کی مصنفہ کتابوں کے بڑے ذخیرے پر نظر پڑی جو کہ نام بنام فہرست میں درج کئے گئے۔ بڑی فروگذاشت اور ظلم ہوتا۔ اگر آپ کی تصنیفات تالیفات کے حال حقیقت اور اُن کے خاص خاص کارآمد نکات پر روشنی نہیں ڈالی جائیگی۔ چھوٹی

؎ معارج النبی لوائح دو ہی کتابیں وہ بھی مدت سے طباعت کے ذریعہ شایع ہوئے ہیں تتمہ اکثر کتابیں رسالہ جات کتبخانوں میں قلمی پائے جاتے ہیں۔ مسلم باشندگان کشمیر کی عموماً اور خصوصاً اُن لوگوں کی جو کہ حضرات مشایخ کے دولتخانوں میں وراثتاً بیٹھکر جانشینی کی بڑی شد و مد سے دعویٰ دیتے ہیں۔ ناقابل عفو بڑی فروگذاشت ہے۔ کہ موجودہ زمانے میں جبکہ اشاعت کی تقریباً سارے ذرائع میسر ہوئے ہیں۔ اپنے مکرم اسلاف کی مصنفہ یادگاروں کی عام نشر و اشاعت میں بخل کرتے ہیں۔ شکوہ کا مقام ہے۔

بڑی کتابیں رسالے نسخہ جات کیا ہیں۔ دراصل خالص توحید پرستی ذکر فکر فنا بقا علم عرفان عمل مراقبہ محاسبہ بلکہ روحانی صوفیانہ لطائف کے دریا بکوزہ و بیش بہا گنجینے ہیں۔ خوش قسمتی سے ان کے مصنفہ اکثر کتابیں میری نظر سے گذرے ہیں۔ مطالعہ کا مفاد اٹھایا گیا۔ تنقید و تبصرہ کے طریقہ پر نہیں تاریخی تذکرہ نویسی کے نکتہ نگاہ سے کام لیکر ہر ایک تصنیف کے حال حقیقت کا اجمالی صورت میں تذکرہ کیا گیا۔

پانچ مثنویاں[۵]

شاعرانہ انداز سے بیان کیا جاتا ہے کہ نظامی نے منظوم پانچ مثنویاں کو نظم کرنیکا بیڑا اٹھایا تھا۔ نظامی کے حالات بخوبی دستیاب ہوئے ہیں مختصر یہ کہ وہ ۵۳۵ھ ۱۱۴۰ء میں بمقام گنجہ پیدا ہوا ہے، فصاحت بلاغت مضامین آفرینی غرض جو باتیں برجستہ گو شعرا کے طبقے میں وابستہ پائی جاتی ہیں۔ وہ بڑی خصوصیت کیساتھ مولانا نظامی سے تعلق رکھتی ہیں مخزن اسرار، شیریں خسرو، لیلےٰ مجنون، ہفت پیکر، سکندر نامہ

۵ اہل علم متعدد قدیمی خاندانوں میں پانچ مثنویاں اور دیگر کتابیں رسالہ جات بھی بحمد اللہ محفوظ موجود ہیں۔ خصوصاً نوری خاندان کے بزرگ افراد نے ایسی محترم یادگاروں کی حفاظت بخوبی کی ہے۔ نوری خاندان کی ابتدا جناب شیخ شاہ عبدالوہاب گنائی نوری سے ہوئی ہے جنمیں شیخ شاہ فضل اللہ حفیظ اللہ شاہ اسد اللہ نظام الدین شاہ عبدالعظیم

آپ کی پانچ مثنویاں ہیں۔ مخزن اسرار میں کسی قصہ کا ذکر نہیں وہ ثنائی کی
مثنوی حدیقہ اور مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی کی مانند تصور کیجاتی
ہے اور جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر و باہر ہے اسمیں حقیقت خدا شناسی
کے راز رموز بیاں کیے گئے ہیں۔ جو کہ عابدوں، زاہدوں کی روحانی صوفیانہ
زندگی کے شعار رہتے ہیں۔ شیریں و خسرو میں عاشقانہ ایک داستان
مرکوز ہے جو کہ بیحد درد ناک معلوم ہوتا ہے۔ ۵۷۱ھ میں یہ قصہ لکھا گیا ہے۔
لیلی المجنون کا فسانہ عجیب قسم کی شہرت رکھتا ہے۔ ساتھ ہی جس جس ملک میں
منظوم یہ فسانہ پہنچ گیا۔ وہاں وہ عام لوگوں کی زبان پر فوراً چڑھ گیا۔ منوچہر
شیروانی کے نام پر یہ قصہ لکھا گیا ہے۔ اور ۵۸۴ھ میں اختتام کی حد تک پہنچا۔
ملک نصرت الدین کے نام پر ہفت پیکر کی منظوم کتاب تحریر ہوئی۔ جسمیں
بہت سی داستانیں درج ہیں۔ سکندر نامہ میں کیا ہے۔ کہ سکندر نے کون
کونسی لڑائی لڑی اور کہاں کس جگہ پر کب حملے کیے۔ مطلع الانوار، شیریں خسرو
لیلے مجنون، آئینہ سکندر، ہشت بہشت یہ پانچ مثنویاں امیر خسرو دہلوی
سے یادگار ہیں۔ جس ترتیب سے ان کتابوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ یہی ان کی

۵ اور شاہ محی الدین بڑے محترم مخیر بزرگ اور علم و فضل و کمالات کے دلدادے
گذرے ہیں۔ خصوصاً مولانا صرفی رح کی مشہور زیارتگاہ میں سجادہ نشینی کے
ضروری فرایض وراثتاً نہیں۔ بلکہ استحقاقاً بجالاتے تھے۔ مرحوم پیر علیشاہ نوری
کے صاحبزادے پیر غلام محی الدین کا میں حد سے بڑھکر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے مجھے پانچ
مثنویاں کا مجموعہ عطا کیا ہے

تصنیف کی ترتیب ہے۔ چنانچہ امیر خسرو نے جو ہشت بہشت میں تصریح کی ہے
ان پانچوں کتابوں کی تصنیف کا زمانہ کُل سوا دو برس تھا۔ اور یہ قادر الکلامی اور
پر گوئی کا حیرت انگیز اعجاز ہے۔ پھر مولانا عارف جامی کی منظوم پانچ مثنویاں معرض
وجود میں آئی ہیں۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ یوسف زلیخا۔ لیلیٰ مجنوں شیرین خسرو

بہر حال نظامی امیر خسرو و مولانا جامی کا شعر و سخندانی کے قلم کو جنبش دیکر
منظوم خمسہ بنانا بظاہر عجیب بات نہیں ہے۔ کیونکہ ان حضرات کو ہر قسم کی
سہولیتیں فراغتیں میسر تھیں۔ دنیاوی امتیاز کے لحاظ سے وہ کافی سرمایہ کے مالک
تھے۔ سلاطین اکابرین اور مقتدر قدرشناس اشخاص یہاں تک کہ عوام الناس بھی
ایسے لوگوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اردگز اتابک والی اذربیجان
خزل ارسلان۔ طغرل بن ارسلان سلجوقی حکمران منوچہرہ شروانی شاہ اعزالدین
مسعود والی موصل نصرت الدین ابوبکر بشکن وغیرہ نظامی کے ارشاد کو ارشاد کی
کیا بات ان کے اشارے کو واجب العمل جانتے تھے۔ یہاں تک کہ خزل ارسلان
نے شیرین خسرو کی تصنیف کے صلے پر اسکو ہمدونیہ ایک بڑے علاقہ کی کُل آمدنی

---

۵ محبوبانہ مسلک کے حقیقت آگاہوں کے مخصوص ممتاز گروہ ہیں جو کہ تخفیف تھا
تلامذ الرحمٰن کے خطاب سے مخاطب ہوئے ہیں۔ بڑی خصوصیت کے ساتھ مولانا نظامی بھی
شامل تھے۔ خالص توحید پرستی عرفان محبوبانہ نکتے آپکے اشعار و ابیات میں پائے
جاتے ہیں۔ کہتے ہیں ۵ گناہِ من از نامدے در شمار ۔ ترا نام کے بودے آمرزگار
ایضاً تو نیکی کنی من نہ بد کردہ ام ۔ کہ بد را حوالت بخود کردہ ام ۔ ملا محمد قاسم فرشتہ نے

بطور جاگیر عطا کی تھی۔ امیر خسرو اگرچہ خواجہ نظام الدین اولیاؒ محبوب الٰہی کی صحبت کا فیض اُٹھا کر دنیا طلبی سے نفرت کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن یہ امر حالات زمانہ کے مطابق تھا۔ کہ سُلطان علاؤالدین جلال الدین خلجی جیسے مقتدر سلاطین کے دربار میں آتے جاتے تھے۔ کافی قدر و منزلت دیکھکر شاہی انعامات کے فوائد اٹھاتے تھے۔ مرزا شیر علی حسین ہرات والے نے مولانا جامی کے شاعرانہ کمالات کو مدنظر رکھکر قدر شناسی کا فریضہ بخوبی بجالایا۔ مگر مولانا صرفی کشمیری کی شعر و سخندانی اور ان کے تصنیفات کے بہترین شغل کا قدرتی جذبہ اسوقت ظہور میں آیا ہے جب کہ ہر دلعزیز مشہور فرمانروائے کشمیر سُلطان زین العابدین بڈشاہ کی وفات ۸۷۹ھ کے بعد سلطان محمد شاہ اور سلطان فتح شاہ کی خانہ جنگی نفاق پسندی نے مُلکی نظم و نسق ضبط و ربط میں بڑا نقصان پہنچایا اور چک خاندان کے جاہل غافل تخت نشینوں نے جن کے اکثر افراد میر شمس الدین عراقی کی مذہبی تبلیغات تحریکات کی بدولت امامیہ مذہب کی اتباع میں گئے تھے حاکمانہ قدم رکھتے ہوئے ایسا برا سلوک اختیار کر لیا تھا۔ جو کہ جابرانہ ظلم و ستم تشدد آمیزی اور متعصبانہ رنگ کی یاد دلاتا تھا۔ ساتھ ہی حکومت کے تخت پر بیٹھنے والے

۵؎ دہلی میں آپکا بلکہ آپکے خاص باختصاص مرید خواجہ امیر خسرو دہلوی کا مقبرہ واقع ہے، اور مشہور ہے۔ سنہ ۶۳۴ھ میں آپ پیدا ہوئے ہیں۔ بی بی زلیخا خدا رسیدہ اپنی ماں کی خدمتگذاری میں اپنا بہترین وقت تقریباً ۲۰ سال کا عرصہ صرف کیا۔ فقہ حدیث تفسیر ہر قسم کے علوم کی تحصیل میں آپکا بہت بڑا دخل رہا ہے۔ جناب شیخ فرید الدین شکر گنج کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سامنے آتے ہی پیر و مرشد نے با اثر لب و لہجہ میں

انسان چونکہ خود بے علم تھے۔ اُمرا، وزرا درباری لوگ بھی جو کہ ملکی حالات کے ذمہ دار نگران تھے۔ چک خاندان کے جاہلانہ جبر و استبداد کی راہ و رسم میں پلے ہوئے تھے۔ بہر حال یہ لوگ ایسے واقع ہوئے تھے جنہوں نے علما، شعرا ادیب قادر الکلام مصنفین غرض اس قسم کے علمی اصحاب کی نسبت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھکر حوصلہ بڑھانا مطلقاً نظر انداز کر دیا۔

علاوہ اس کے مولانا صرفی کے ذاتی مشاغل کو زیر نظر رکھکر ضرورۃً یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ علم، ادب، دینیات کی تحصیل اور عرفان صوفیانہ مقامات کی تکمیل کے بعد خدا شناسی کے راز و رموز کی عام تبلیغ کا رنگ آپ نے ایسا اختیار کر لیا۔ جس کے ہر ایک کرشمہ سے ہزارہا جاہلین، عالم فاضل اور ہزارہا غافلین خدا رسیدہ کامل ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس آپ کی سیر و سیاحت صحرا نوردی کے حالات موجود ہیں۔ وہ دیکھتے ہوئے یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں ہے۔ کہ آپ نے اپنی عمر کا کثیر حصہ صحرا نوردی اور سیر و سیاحت میں صرف کیا ہے۔

؎ یہ شعر پڑھا سہ ای آتش فراقت دلہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ یہ شعر بے اثر نہیں رہا۔ تیر بہدف کا کام کر کے شیخ نظام الدین کو بے خود بنا دیا۔ تھوڑے وقفہ کے بعد آپ افاقت کی حالت میں آئے۔ دنیاوی تعلقات عالمانہ رنگ کی مشوش تحریکات سے اپنے دل کو صاف و پاک پایا۔ ارادتمندی سے بیعت کا ہاتھ دیدیا۔ ارشاد نامہ حاصل کیا۔ اپنی پیر و مرشد کی اجازت سے آپ نے دہلی میں توقف فرمایا روحانی تعلیمات کے دلدادوں کی حالت کو نہایت ہی بہتر بنایا۔ امیر سیف الدین جیسے بہ

ان متعدد مشاغل مصروفیتوں کے باوجود بڑی تعداد کی تصنیفات کے علاوہ پانچ مثنویاں کی تدوین کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ وہ بھی اپنی ذاتی منشا کے مطابق کسی قسم کے معاوضہ صلہ ملنے کے توقع سے بغیر انجام دے دیا۔

مسلک الاخیار

مولانا نظامی کے مصنفہ مخزن الاسرار کی نسبت یہ لکھتے ہیں۔ کہ وہ سب سے چھوٹی اور سب سے پہلی مثنوی تسلیم کیجاتی ہے۔ جو کہ چار مثنویوں سے بالکل نہیں ملتی ہے۔ ایک تمہید۔ حمد و مناجات اور بیس مقالے علاوہ اس کے اژدگر اتابک والی آذربیجان کی مدح سرائیاں اسمیں مذکور ہیں۔ مولانا صرفی نے تتبع کی حیثیت سے نہیں بلکہ مستقل صورت میں مسلک الاخیار ایک بڑی کتاب تصنیف کی ہے۔ جسمیں زمانہ کے سلاطین کشمیر کا نام تک موجود نہیں ہے بلکہ حمد و مناجات نعت اور حق حقیقت شناسی کے نکات اور قصے پائے جاتے ہیں۔ جناب سید علی ہمدانی کے بیان مناقب میں ظاہر بین دنیا پرست علم فروش دانشمندوں کے متکبرانہ طرز عمل کی مذمت کی ہے۔

بیلے خواجہ ابوالحسن یعنی امیر خسرو دہلوی آپ کے پاس آکر نئی روحانیت اور نئی حیات پا گئے ہیں۔ شعر و سخندانی شیریں کلامی کے رنگ میں ظاہر ہوئے۔ پیر و مرشد آپ کے حق میں یہ کہتے ہیں ؎

خسرو کہ بنظم و نثر مثلش کم خاست
ملکیست کہ ملک سخن آن خسرو راست
این خسرو ماست ناصر خسرو نیست
زیرا کہ خدائے ناصر خسرو ماست

ہ یہ کہتے ہیں

اے شدہ مغرور بناموس علم ، غلغلہ انداختہ از کوس علم ۔ علم نہ آنست کہ بر تن زند ، علم ہمان است کہ بر دل زند ، علم کہ بر تن زند آن مار تست ، علم کہ بر دل زند آن یار تست ، علم کہ شد موجب کبر و غرور ، ظلمت جان و دلت آمدہ از علم تو چوں حادث شدہ و در فناست ، فخر برین علم نمودن خطاست ، کاش کند محو علیم حکیم علم حدث تو بعلم قدیم ، علم قدیم از تو چو یابد ظہور ، کز ہمہ دان گو ہمت آخر چہ دور ....

توبہ استغفار ندامت کے مقالے کو ملاحظہ کیجیے ۔ اللہ اکبر اسمیں کیسے درد آمیز نکتے پائے جاتے ہیں ۔ فرماتے ہیں ۔ ای دل تو تیرہ و تار از گناہ ، روی تو از تیرگی دل سیاہ ، ظلمت عصیان بدلت تا بکے ، تیرہ گئی آب گلت تا بکے ۔ آہ ندانم کہ برد ز حساب ، زانچہ بپرسند چہ گوئی جواب ، نے پدر و مادرت آید بکار ، نے زن و فرزند نہ خویش و تبار ۔ آہ ندامت بکش از دود دل ، تا نشود قہر خدا مشتعل ۔

حقیقت میں ناسمجھ لوگ گوشت کے ایک ٹکڑے کو دل نام رکھتے ہیں ۔ دراصل وہ دل نہیں ہے ۔ گدھے ، خچر ۔ گھوڑے لایعقل حیوانات بھی ایسا

اپنی مصنفہ تاریخ میں ایک ایسا عجیب واقعہ لکھا ہے ۔ جسکی نسبت زمانہ حاضرہ کے مادہ پرست مگر روحانی ترقیات کی حقیقت شناسی سے ناآشنا لوگ مبالغہ آمیزی خوش اعتقادی کا رنگ دیگر انکار کی صورت میں بعید از عقل ہونیکی رائے ظاہر کر سکتے ہیں ۔ دراصل ضرورت اس امر کی ہے ۔ کہ ایسے مافوق حقایق کے انکشاف کی بابت روحانی جذبات کی علمیت ہونی چاہئے ۔؟

دِل رسِ کھتے ہیں۔ در اصل یہ تعریف مدنظر رکھنا چاہیئے ۔ مطلع انوار الٰہی دل است مخزن اسرار الٰہی دل است، دِل کہ در روجائے منزہ د عاست، منزل اغیار در دِ کہ روا ست۔

اللہ والے بزرگ جبکہ دِل کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔ ساتھ اس کے رُوحانی تصفیہ تنویر کے لئے پیرو مرشد کے باطنی فیضان کی مدد ضرور چاہتے تھے۔ کہتے تھے۔ تصفیہ آئینہ دل محال، آمدہ بے پیر صاحب کمال، مصفلۂ دِل بودت فیض پیر، یابی از فیض صفائے پیر۔ سلک الاخبار کے ابیات ۱½ ہزار تعداد میں آتے ہیں۔ جسکی تصنیف کی تاریخ یہ ہے۔ شکر خدا عز و جل مُدام، ساختہ ایں سلک جواہر تمام، سلک الاخبار چو کردم رقم نام رسالہ شد و تاریخ ہم، ۹۹۳ھ

وامق عذرا

۹۹۳ھ کے آخیر میں منظوم یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے۔ جسکی تاریخ تصنیف کے لئے یہ شعر پیش کیا جاتا ہے ۔ بحمد اللہ کہ شد نامہ مرتب، بترتیب خوش و حرز مہذب، بہ ختم نامہ صرفی دیدہ لایق۔ کہ تاریخش بود معشوق و عاشق شیریں خسرو کا قصہ جیسا کہ درد ناک ہے۔ ویسا ہی مولانا نظامی نے اسمیں

۴۴ واقعہ کی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ امیر خسروؒ نے مخزن الاسرار مصنفہ مولانا نظامیؒ کے جواب میں طبعی جوشش کو جولان دیتے ہوئے مطلع الانوار ایک بینظیر کتاب تصنیف کی ہے۔ مطلع الانوار میں شاعر انقلاب کا نعرہ لگا کر یہ لکھتے ہیں ۔ دیدبہ صفحہ ۵۵

درد سوز و گداز کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ جسے پڑھنے والے اصحاب آبدیدہ ہونے کے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں۔ لیکن مولانا صرفی نے شیریں خسرو کے جواب میں وامق عذرا کا قصہ بیان کیا۔ حد سے بڑھکر درد آمیز بنایا۔ اخلاص ذکر فکر شکر تواضع توکل قناعت کے مقالات نکات ہیں۔ جو نظیمں شعر کے قالب تحریر میں لائے گئے ہیں۔ وہ ارباب باطن اللہ والوں کے لئے معجون مرکب اسیر اعظم کا حکم رکھتے ہیں۔ وامق عذرا کی ابتدا ایک ایسی مناجات سے کی ہے۔ جو کہ حقیقی توحید پرستی عرفان کے جذبے پیدا کرنے والے نظارے سے لبریز ہے۔ وہ یہ ہے۔ خداوندا[۵]

سب سے بڑی خصوصیت خوبی جو کہ مولانا صرفی کے کلام میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ لغت کے بیان کا اندازہ نہایت ہی اعلیٰ ما فوق تصور کیا جاتا ہے یہ بیان ایسے رنگ سے رنگیں بنایا۔ کہ حقیقت کی نگاہ سے دیکھکر عشق، درد، محبت اور روحانی نسبت کا رابطہ احاطہ کر لیتا ہے۔ وامق عذرا میں جو آپ نے لغت بیان کیا ہے۔ اس کے چند شعر یہ ہیں

محمد کابتدائے آفرینش | بذاتش بودہ نزد اہل بینش
نبی بود آندم او ختم النبیین | کہ آدم بود بین الماء والطین
پسر از روئے صورت بو البشر را | پدر را از راہ معنی آن پدر را
بحالے ہمچو من گم کردہ راہے | نگاہے یا رسول اللہ نگاہے
ترحم یا شفیع المذنبین کن | برین غرق گنہ یوم التغابن۔

[۵] خداوندا تو غفار و غفوری | بحلم خویش ستار و صبوری صفحہ ۵۱

ایک مقالے میں نوجوان اپنے پیارے بیٹے میر محمد یوسف کو خطاب کرتے ہوئے نصیحت کرتے ہیں۔ خطاب اور نصیحت کے بیان میں وہ انداز اختیار کر لیا ہے۔ جسکو اگر ہم مولانا جامی کی تتبع کہیں گے کسی خاص حد تک بجا ہے۔ مولانا جامی نے یہ فرمایا ہے ؎

تو لاک اللہ ای فرزانہ فرزند — نگہدارت تو باد از بد خداوند
مرا ہفتاد شد سال و ترا ہفت — ترا اقبال می آید مرا رفت
پریشانم ز عمرِ رفتۂ خویش — پشیمان سال و ماہ و ہفتۂ خویش

مولانا صرفی کا اندازِ بیان دیکھ لیجئے۔

الا ای میوۂ دل نور دیدہ — مسرت بخشِ جانِ غم رسیدہ
گلِ باغِ حیاتم قرۃ العین — عروسِ ہاشمیم را زینت و زین
محمد یوسفت نامست و خواہم — کہ باشد صورت و معنیت باہم
اگر داری ہوای علم در سر — عمل باید و گرنہ جہل بہتر
نخواہم کسبِ علمت بہرِ دنیا — کہ تا باشد بصدرِ مجلست جا
شوی قاضی و مفتی و مدرس — بہر حالت بدل شیطان موسوس
براہ حق بس است ار علم خواہی — کہ فرض و سنت و واجب بدانی
بحق باش و بحق باش — کہ اہلِ حق ترا گویند شاباش
اگر در گوشۂ عزلت نشینی — مذلت در جہاں ہرگز نہ بینی

لیلےٰ مجنون

فارسی زبان کے افسانوں میں گو شیرین خسرو کا قصہ بہت مشہور ہے لیکن لیلےٰ مجنون کا فسانہ جو کہ سرزمین عرب سے تعلق رکھتا ہے۔ تمام عشقیہ داستانوں کا سرتاج اور سب سے زیادہ مشہور مانا جاتا ہے۔ یہ بھی نہایت درد انگیز ہے۔ مولانا نظامی نے اپنی خداداد قابلیت سے اسے قبول عام کا وہ درجہ پہنچایا ہے۔ کہ جس جس ملک میں یہ افسانہ پہنچ گیا ہے۔ وہاں وہ عام لوگوں کی زبان پر فوراً چڑھ گیا۔ اصل واقعہ کی مختصر کیفیت یوں بیان کیجاتی ہے۔ کہ قیس یعنے مجنون کا اپنی قوم کی ایک عورت لیلیٰ سے جو کہ دوسرے قبیلہ سے تھی عشق ہو گیا۔ گو دونوں کا وصال حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ لیلےٰ کے باپ نے اسکو اور ایک شخص سے نکاح کیا تھا۔ لیکن مجنون کے عشق میں سر مو فرق نہ آیا۔ بلکہ تا دم زیست وہ لیلےٰ ہی کا دم بھرتا رہا۔ اور اس کا نام اسے ورد زبان رہا۔ وفور عشق سے دیوانہ ہو کر انسانوں سے دور دور ویرانوں میں رہنے لگا۔ آخر کار بقول مولانا صرفی ؎

لیلےٰ گفت و کشید آہے ۔۔۔ کز دست تو فتاں نگاہے

یک قطرہ زدیدہ شد روانش ۔۔۔ پوشید دو چشم و رفت جانش

؎ یہ خیال نہ کرنا چاہئے۔ کہ لیلیٰ مجنون کی کتاب ایک سرسری افسانہ کا کام دیتی ہے بلکہ عشق مجازی ہی کو عشق حقیقی کا پہلا زینہ تصور کر گئے ہیں۔ عشق حقیقی کا اثر نہایت ہی نافع و ارفع اور قرب خدا کا ایک بڑا ذریعہ ہے ؎ متاب از عشق رو گرچہ مجازیست کہ از بہر حقیقت کارسازیست

مولانا صرفی کی تصنیف کردہ منظوم لیلے مجنون کے ابیات کا مجموعہ ۲۶۰۴ ہے۔ ۹۹۸ھ میں یہ کتاب اختتام کی حد تک پہنچی۔ جس کی تصنیف کا سال یوں بیان کرتے ہیں

صد شکر خدا کہ شد درین کار — توفیق ازل مرا مددگار
پرزور سخن رفت بیرون — کن ختم کلام صرفی اکنون
در خاتمۂ سخن طرازی — تاریخ تو شرح عشقبازی ۹۹۸

مغازی النبی

خدایا خدائی مسلم ترست۔ خداوندی ہر دو عالم ترست، توئی آفرینندۂ کائنات توقیوم کونین قایم بذات، فرازندہ نہ رواق سپہر، فروزندہ مشعل ماہ و مہر

یہ چند شعر مغازی النبی کی ابتدا میں ہیں جسکی نظمیں ۳۳۸۰ تعداد میں آئی ہیں۔ دوسوسے زاید شعروں میں مولانا صرفی نے اپنی سیرو سیاحت کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ پھر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی حالات، عام دعوت تبلیغ دین اور غزوات کے صحیح واقعات کا سلسلہ بیان کیا ہے۔

من بیدین گناہگار سگی رہ
قباحتہای اخبال و خصالم
کنونم رحمتے درکارم آمد
کہ سازد پاک از چرک گناہم
شفیعم گر نباشد پیش تو کس

بدانستیم بدآئینم بدآثار
وجودم دادی و رزق فراوان
زجرمم دیدہ و دانستہ بگذر
گناہم گر بود چون کوہ البرز
بدرگاہت شفیعم بیکسی بس

چو در علم ازل دانستہ حالم
چگویم من دگر افضال و احسان
ز بحر مغفرت یکقطرہ خواہم
بختم المرسلین یارب بیامرز

مولانا نظامی نے سکندر نامہ ایک مثنوی بحر متقارب کے طرز پر لکھی ہے جس کے دو حصے ہیں۔ ایک کا نام سکندر نامہ بری ہے، دوسرے کو سکندر نامہ بحری کہتے ہیں۔ اس مثنوی میں جس کے تصنیف تدوین کے لئے موصل اذربیجان کے بادشاہوں نے آپ کو نقدی جنسی صلے انعامات دئے ہیں۔ سرزمین ایران کے ایک فاتح غیر مسلم مشہور بادشاہ سلطان سکندر کے فتوحات، لڑائیاں اور ملک گیری کا تذکرہ موجود ہے۔ اس کے مقابلے میں مغازی النبیؐ کی لطیف مثنوی جنابِ رسولِ مقبول کے فتوحاتِ غزوات کی یاد دلاتی ہے۔ جو کہ ـــــــــلہ میں تصنیف ہوئی ہے۔ تصنیف کی تاریخ یہ ہے ؎

بحمد اللہ این نامہ اتمام یافت — بہ ترتیب دلخواہ انجام یافت

چو کردم طلب سالِ ختم کتاب — مرا گفت پیرِ خرد در جواب

طلب گر تو خواہان اہل سعلبنی — ز حرفِ دوم از مغازی النبی

۴۴ دبدبۂ خسرو دیم شد بلند — زلزلہ در گورِ نظامی فگند

استرہ بر چید و دحی تیز داشت — مو ستر د مو نتواند شکافت

یہ شعر یں جوش بلکہ غیرت پیدا کرنے والے تھے۔ غیرت کی رگ جوش میں آگئی۔ عالم غیب سے ایک ننگی تلوار بظاہر رو نما ہوئی۔ اسی اثنا میں شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی نورانی روحانیت کا انکشاف ہوا۔ اور اپنی مبارک آستین کو مدافعہ کی صورت میں سامنے رکھتے ہوئے تلوار کے صدمہ کا مقابلہ کرتے رہے۔ مگر مبارک آستین کے ایک حصہ کو تلوار کی ضرب سے ٹکڑے ہو گئے۔

مقامات مرشد

مخدوم کمال الدین شیخ حسین خوارزمیؒ اپنے پیر و مرشد کے حالات آپ نے ساڑھے تین ہزار ابیات میں بیان کئے ہیں۔ برجستہ اشعار، مناجات حمد و ثنا نعت مناقب کے بیان نے کتاب کی نوعیت کو عجیب و غریب قسم کا لطف پیدا کردیا۔ دیکھ لیجئے کہ کتاب کی ابتدا میں جبکہ اپنے بیان کا جوش دیا۔ تو وحدت خالص توحید پرستی عرفان حق طلبی کے راز و رموز کس انداز سے ادا کئے ہیں، فرماتے ہیں

- افتتاح الکلام بسم اللہ ۔۔۔ الذی لیس فی الوجود سواہ
ہمہ ذرات کائنات گواہ ۔۔۔ انہ لا الٰہ الا اللہ

مولانا صرفی کی طبیعت نہایت ہی اختصاص کے ساتھ اس امر کیطرف متوجہ تھی، کہ ہر ایک مثنوی بلکہ ہر ایک کتاب کی ابتدا میں حیات سرور کائنات کے نعت ایسے اسلوب سے ادا کرتے تھے۔ جو کہ درد والے دل کو محبت عشق اشتیاق اور بحد سرور پیدا کرتا ہے۔ مقامات مرشد کی مثنوی میں پر لطف ایک نعت ہے جسکے چند شعر درج کئے جاتے ہیں۔

حق طلب باش روز و شب صرفی ۔۔۔ پا مکش از رہ طلب صرفی
تگ و پوئے براہ حق می کن ۔۔۔ جستجوئی براہ حق می کن
راہ حق جز رہ پیمبر نیست ۔۔۔ جز رسالت پناہ رہبر نیست
رہبر حق محمد عربی ۔۔۔ نبی ہاشمی و مطلبی
نبود در دہانت ای صرفی ۔۔۔ نہ رود بر زبانت ای صرفی
غیر نعت محمد عربی ۔۔۔ غیر مدح رسول مطلبی

مقالاتِ مرشد کے اخیر میں مخصوص ایک مقالہ لکھا ہے۔ جسمیں اپنے بھائی عہ میر محمد عاصمی گنائی کو نصیحت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں

اے بتو خاطرِ مرا آرام — نورِ چشم حسن محمد نام
کس نخواہد زخود دگر را بہ — خواہد از خود پدر پسر را بہ
اے پسر خواہمت زخود بہتر — بہتری نیست جز بفضل و ہنر
لافِ کبر و ریا ندارد سود — بلکہ فرزندِ من نخواہد بود
بے تکلف بگویمت سخنے — کہ بعالم کجاست ہمچو منے
در حقایق بدہر مشہورم — بزبان ہا بفضل مذکورم
سعی کن سعی تا شوی کامل — در علومیکہ شد مرا حاصل
بلکہ از من در آن فزون باشی — ورنہ باللہ بسی زبون باشی
علمِ ظاہر اگرچہ ترا ہوس است — ما یجوز بہ الصّلوٰۃ بس است
لیک ای فیضِ مرشدِ کامل — علمِ باطن نمی شود حاصل
بطلب مقتدائی کامل را — مرشدِ کامل و مکمّل را
مقتدائی کہ تا بختمِ رسل — نسبتِ او بود بخیرِ سُبل

عہ یہ اشعار اپنے مطالب کے بیان میں واضح ہیں۔ کہ والدین اپنی اولاد کی ظاہری باطنی تربیت میں کسقدر متوجہ رہتے تھے۔ اوّلاً دینیات مذہب تہذیب کی تعلیم دیتے تھے ساتھ ساتھ خدا شناسی کے راز در موز کی شناخت کیلئے راغب کرتے تھے۔ یہ باتیں سعادتِ دارین کے حصول کے خاص ذرایع ہیں۔ اِسکے سوا دنیا دین کا حاصل ہونا از قبیلِ محالات تصور کیا جاتا ہے۔

درج رہے کہ ساسانی خاندان کے ایک مشہور نوجوان بادشاہ بہرام گور نام کی عشقبازی کے افسانے ہفت پیکر میں مذکور ہیں۔ جو کہ مولانا نظامی نے اپنی طبعی جودت سے کام لیتے ہوئے حد سے بڑھ کر درد آمیز بنائے ہیں۔ لیکن مولانا صرفی نے اپنے پیر و مرشد کے مقدس حالات کشفیہ مقامات کو شاعرانہ وہ جامہ پہنایا۔ جو کہ پڑھنے والوں کو صوفیانہ روحانی جذبے سرور پیدا کرتا ہے۔

حسب ذیل دو شعروں میں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ مقامات مرشد کی خوشگوار مثنوی سنہ قالب تحریر میں آئی ہے؂

سال تاریخ ختم ایں نامہ — خواستم تا نویسدش خامہ
گفت با بندہ طبع نادرہ گو — از مقامات پیر راہ بجو

ہمیں یہاں ایک بات کے اندراج کی ضرورت پڑی ہے جو کہ قابل دید ہے۔ وہ یہ ہے کہ دنیا کے علمی حضرات اگر مولانا نظامیؒ، مولانا خسروؒ، مولانا جامیؒ کے خمسہ "پنج گنج" یا مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی کو فخر کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ تو روضہ کشمیر کے باشندے بھی مولانا صرفی کے "پنج گنج" پیش کرنے پر حق بجانب ہیں۔ جو کہ درد و سوز و گداز

؂ حضرت امام محمد شیبانی رح آپ کے جد امجد ہیں۔ عبد الرحمٰن آپکا نام مبارک تھا۔ سنہ ٨١٧ھ میں آپ پیدا ہوئے ہیں۔ ظاہری علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد خواجہ سعد الدین کاشغری اور خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی رح کے حضور میں آکر نسبت عزیزان کے اخذ و اکتساب کی توفیق پائی۔ درس و تدریس تصنیف و تالیف، درسیر و سیاحت کا بہترین مشغلہ اختیار کیا ہے۔ ٤٧ کتابیں آپکے مصنفہ یادگار موجود ہیں۔ تاریخ وفات یہ ہے۔ من دخلہ کان آمنا

عشق توحید معارف کی نئی نئی رنگینیاں دکھا کر روحانی عالم کو سر نو زندہ کر گیا۔

ذکریہ

ذیل میں رسالہ ذکریہ کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں

مرا یادِ تو یارب قوتِ جاں باد | بذکرِ تو دلم رطبُ اللسان باد
چہ در ظاہر چہ در باطن ہمیشہ | دلم را نام تو ورد زبان باد
بہر جا و بہر وقت و بہر حال | زبان ما بذکرِ تو رواں باد
ز درد و خجلت غفلت ہمیشہ | دلم پر خون و چشم خوں فشاں باد
دلِ پُر خون صد جا کم دمادم | زیاد تو بفریاد و فغاں باد
وجودِ ہر چہ جز مذکور باشد | ز پیش دیدہ ذاکر نہاں باد
چو از ذکرِ تو خوشتر نعمتے نیست | بکام صرفی بیچارہ آں باد

شرح ثلاثیاتِ امام بخاریؒ

علم حدیث کے شریف ترین فنون کے ماہرین امام بخاری کو بھی امام المحدثین کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ امام بخاری کو یہ بھی ایک بڑی خصوصیت حاصل ہوئی تھی۔ کہ متعدد ایسے احادیث میسر ہوئے ہیں۔ جنکو ثلاثیات کہتے ہیں۔ ثلاثیات کی سند میں تبع تابعین صحابی تین ہی راوی جناب رسول مقبولؐ تک جا کر ملتے ہیں۔ مولانا صرفی نے محدثانہ صورت میں مذہبی خدمت ادا کی۔ کہ امام بخاری کے ثلاثیات کی بڑی شرح لکھی ہے۔

شرح صحیح بخاری

یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ علم حدیث کی مشہور متبرک کتاب بخاری شریف کا حل حاشیہ ہے۔ علم حدیث کے بارے میں بہت ہی کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ مگر بخاری شریف کی نسبت یہ اعتقاد ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ وہ صحیفہ قدرت قرآن شریف کے بعد مقدس متبرک تصور کیجاتی ہے ادب دینیات، اخلاق، مغازی اور دنیوی معاملات کا کوئی ایسا پہلو نہیں ہے۔ جو کہ امام بخاری نے نظر انداز کیا ہے۔ مزید برآں یہ بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ برکت والی اس کتاب کے نکات راز و رموز تک پہنچنا حل حاشیہ اور شرح کی امداد کی بغیر فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ مولانا صرفی کی تصنیفات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بخاری شریف کی شرح بھی آپ کے مصنفہ کتابوں میں بیان کرتے ہیں۔ مگر جستجو ہوئی سالم کتاب نہیں ملی، نایاب ہوئی ہے۔ جسکے اسباب تو بہت ہیں۔ لیکن سب سے بڑا یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں جو لوگ مولانا صرفی کے خاندان سے محبت ارادتمندی یا رشتہ داری کا واسطہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہ اس خیال میں ہرگز نہیں ہیں۔ کہ اپنے بزرگ اسلاف کی

۵ بخاری شریف کی بابرکت کتاب کے پڑھنے والے اصحاب جبکہ حدیث شریف کے الفاظ اور ترجمۃ الباب میں ربط و ارتباط کی نسبت تطبیق کا مقابلہ کرتے ہیں۔ تو وہ ان دونوں باتوں میں نمایاں فرق بلکہ تقریباً حل طلب تفاوت کا پہلو پاتے ہیں۔ مگر مولانا صرفی رح نے بڑی محنت اور بڑی جد و جہد سے جو کہ مولانا العلامہ شیخ ابن الحجر اور جناب امام ربانی کے معلومات سے اخذ کر گئے تھے۔ احادیث شریف کے الفاظ اور ترجمۃ الباب کی تطبیق کا کام لیا۔ جہاں تک کہ

یادگار کی حفاظت کیا کریں۔ اور ان کی اشاعت سے لوگوں کو فیض فایدہ اور برکت پہنچا ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے مولانا صرفی کے حاشیہ شرح کو مطالعہ کیا ہے کہتے ہیں کہ ہر ایک حدیث ترجمہ الباب پر محدثانہ اسلوب سے کام لیکر تنقید و تبصرہ کیا ہے اور صوفیانہ نکات کے رنگ سے یہ حاشیہ رنگین بنایا۔ خاندانی بعض اہل علم کے قدیمی کتب خانوں میں بخاری شریف اور علم حدیث کی کتابیں موجود ہیں۔ جن کے حواشی پر مولانا صرفی کے حل پائے جاتے ہیں۔

مناسک الحج ۵

وہ لوگ کیسے سعادتمند با برکت ہیں۔ جو کہ حرمین شریفین کی زیارت سے کامیاب ہو گئے ہیں۔ مولانا صرفی اس زمانے جبکہ راستے میں امن و امان نہیں تھا۔ سواری کے ذرایع میسر نہیں تھے۔ پہاڑی علاقہ جات کے خطرناک راستوں کا طے کرنا گویا جان سے ہاتھ دھونے کا مترادف تھا۔ بہرحال سفر میں ہر قسم کے شدائد سامنے آجاتے تھے۔ طول سیر و سیاحت کے دوران میں مکہ معظمہ کا راستہ لیکر حج کا فریضہ ادا کر گئے۔ اور مناسک الحج کے نام سے عربی ایک بڑی کتاب

۵ سنہ ۹۹۲ھ عربی یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے۔ جس میں حج و عمرہ کے ضروری ہدایات فرایض آداب سنن مستحبات مکروہات کا بڑی تفصیل سے تذکرہ موجود ہے۔ حرمین شریفین کے زایرین کے لئے یہ کتاب از بس مفید ہے۔ قابل دید ہے۔

لکھی ہے۔ جسمیں حج بیت اللہ کے علاوہ روضہ شریفہ مسجد نبوی کی زیارت کے آداب بیان کئے ہیں۔ اتفاقات حسنہ دیکھ لیجیئے۔ کہ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ علامہ ابن الحجر مکی مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ اور علم حدیث صحاح ستہ کی روایات کی نشر و اشاعت میں ہمہ تن مصروف تھے۔ مولانا صرفی بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے صحاح ستہ وغیرہ کے درس میں شامل رہے۔ باضابطہ علم حدیث کی سند حاصل کی۔ فصوص الحکم کے خاص خاص نکات معارف جناب شیخ حسن صوفی مکی سے اخذ کر گئے ہیں

حاشیہ توضیح

اصول فقہ کے باب میں جتنی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں۔ انمیں مولانا سعدی تفتازانی کی تصنیف کردہ کتاب توضیح وتلویح نے نہایت ہی اشتہار اعتبار کے لحاظ سے اختصاص امتیاز کا درجہ حاصل کیا۔ یہ کتاب حاشیہ شرح حل کی خواستگار ہوئی۔ آخر مولانا صرفی کی نوبت آئی۔ توضیح وتلویح کو نہایت تفصیل کے ساتھ بطور حاشیہ حل کر کے یہ مقصد واضح کر دیا۔ کہ قرآن مجید، حدیث شریف شرعی دلایل کے حقیقی تک پہنچنا اصول فقہ کی شناخت کے بغیر از قبیل محالات تصور کیا جاتا ہے

۵ فصوص الحکم ایک مشہور معروف کتاب ہے۔ جسکے بزرگ مصنف کا نام جناب شیخ محی الدین ابن عربی رح تھا۔ ۵۶۰ھ میں بمقام اندلس پیدا ہوئے ہیں۔ وحدت الوجود کا خاص مسلک آپ نے اختیار کیا تھا۔ شیخ ابو مدین مغربی کے علاوہ خواجہ خضر کی پر فیض صحبت کے زیر شرہ چکے ہیں۔ آپکی تعبیرات صوفیانہ تاویلات کے فہم و ادراک اور انکی شناخت کا اثر نہایت ہی بالاتر با فوق تصور کیا جاتا ہے۔ ۶۳۸ھ میں آپ نے وفات پائی

اہلِ علم خاندانی لوگوں کے کتاب خانوں میں توضیح وتلویح کے قلمی نسخے موجود ہیں جوکہ مولانا صرفی کے کارآمد حاشیہ حل کے حوالہ دیتے ہیں۔

رسایل معما

طالب علمی کے زمانے میں مولانا صرفی کی طبیعت اس بات کیطرف حد سے زیادہ رغبت رکھتی تھی۔ کہ وہ شاعرانہ نظمیں کہتے تھے معما کی تصویریں کھینچتے تھے جیساکہ گذرے ہوئے صفحات میں مذکور رہے۔ پھر وہ وقت آیا۔ کہ فن معما میں آپنے باقاعدہ تصنیفات کا سلسلہ برپا کردیا۔ کنزالجواہر کے تحریر کے سلیقہ سے امیر حسین نیشاپوری جیسے متبحر قادر الکلام شاعر ماہر کی معما شناسی کو مات کردیا۔ معما کے فنون جاننے والے اشخاص ید بیضا کے طرز تحریر کو نہایت اختصاص کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

رباعیات

صوفیانہ راز رموز خالص توحید شناسی کے نکات رباعیات میں پائے جاتے ہیں۔ جوکہ ایکسو دس رباعیات تعداد میں آئے ہیں۔ سنہ ۹۶۲ھ میں یہ رباعیات

---

۵ کثرت سے مولانا صرفی رحمہ کی رباعیات کا مجموعہ موجود ہے جن میں یہ چند رباعیات درج کئے جاتے ہیں

ای مظہر فیض ازلی و ابدی
نے نے غلطم کہ اسم اعظم تو خودی
با دلبر من کہ رنگ او بیرنگی ہست
وی افسر عز و جاہ زیبندہ تو

وی مظہر آثار صفات صمدی
خوش آنکہ دلش صاف ز ہر رنگ شود
ہمرنگ کسی شود کہ بے رنگ شود
تو سرور و سروران سر افگندہ تو

باللہ کہ ظہور اسم اعظم از تست
بیرون ز ہمہ آشتی و جنگ شود
ای تاجوران دہر شرمندہ تو
تو پادشہ و پادشہان بندہ تو

قالب تحریر میں آ گئے ہیں۔ مندرجہ ذیل اشعار پیش کیے جاتے ہیں ؎

یکصد و دہ رباعی کہ آمدہ | ہر یکے عقد ے ز دُر ہائے جو
منت ایزد را کہ باسم علی ست | این رباعی ہا موافق در حساب
یعنی این اسرار عرفاں شد مرا | حاصل از فیضِ علے بوتراب
چوں مشرف شد ز فیض باطنی | شد ز آں شاہ ولایت انتساب
پس ز فیض باطنی تاریخ آں | کن طلب واللہ اعلم بالصواب

شرح رباعیات

رباعیات اپنے موضوع پر نہایت مختصر تھے۔ ایسے مختصر مگر دریا بکوزہ نکات وجود مطلق وحدت، انسان کامل تجلیات صفات کے صوفیانہ مباحثات کا ادراک بظاہر انسان ہی نہیں تھا۔ مولانا صرفی نے ان تشریح طلب باتوں کا اپنے مصنفہ مجموعہ شرح رباعیات میں حل کیا۔ حقیقت آشنا بزرگان دین کے بڑے حلقے میں یہ حقیقت ظاہر کیجاتی ہے کہ شرح رباعیات در اصل عوارف المعارف فصوص الحکم، خصوص نقد النصوص اور لمعات غرض اس قسم کی کتابوں کے اعلیٰ مضامین کا مختصر مگر موزوں ترجمہ ہے، خلاصہ ہے۔ ایک مقام پر

ای لعل لبِ تو دم بدم شکر بار
با شد ز لبت مدد طلب آخر کار
جز بندگیٔ تو شرف دیگر نیست
با یوسفِ خویشتن چو یعقوب رسی

یکجان بدمی بمیدہی بلکہ ہزار
ای خسرو نیکوان چہ ظاہر چہ نہان
در ہر دو جہان آرزوی پادشہان
گر ہست مناسبت بمطلوب ترا

عیسیٰ بتن مردہ دہد جان اما
بر خاکِ درِ تو ردی خوبان جہان
مقصود تو صرفی کہ بمحبوب رسی
امید کہ از طلب بمطلوب رسی

آپ نے بحث کی ہے کہ انسان یعنی انسان کامل کو امتیازی صورت میں اگر فوقیت کا شرف حاصل ہے تو اسلئے نہیں کہ وہ کھانا کھاتا ہے۔ پیتا ہے چلتا ہے یا عناصر مادیات جسمانیات کا مجموعہ ہے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ ایک چیز اپنے پہلو میں رکھتا ہے جسکو دل کہتے ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ صنوبری شکل کے گوشت کا ایک ٹکڑہ رکھتا ہے۔ بلکہ قلب حقیقی عبارت است از حقیقتِ جامعہ۔ آگے چلکر ایک یا دو نہیں چار پانچ حکمتیں اور وجوہات اس بات پر بیان کئے گئے ہیں کہ دل دائیں طرف سے نہیں بائیں طرف سے کیوں رکھا گیا ہے۔ حالانکہ دائیں طرف کو بظاہر مافوق شرافت اور فضیلت کا مقام حاصل تھا۔ متعدد حکمتیں صوفیانہ باتوں کے لذت چشیدے دیکھے ہیں۔ انکی تعریف توصیف کرتے ہیں۔

تفسیر مطلب الطالبین

عربی یہ تفسیر قرآن شریف کے مفسرانہ صوفیانہ نکات کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں عبادت استعانت توحید رسالت قیامت کی مفصل بحثیں ساتھ ساتھ عرفان سالکانہ رنگ کے لطیف لذیذ نکتیں منضبط

ے شیخ شاہ عبدالوہاب نوری وغیرہ حوالہ دیتے ہیں۔ کہ مولانا صرفی نے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ سید بہاء الدین نقشبند بخاری رحؒ کے خاص خلیفہ حضرت خواجہ یعقوب چرخی کے طرز و طریقہ کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن شریف کے دو پارے پارہ عم پارہ تبارک الملک کا تفسیر کی حیثیت سے فارسی ترجمہ لکھا ہے۔ مگر وہ راقم کے نظر سے نہیں گذرا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ بعض علمی خاندانوں میں موجود اور محفوظ ہے۔

ہیں۔ سورۂ بقرہ کے ابتدا میں بڑے باطن مفسد نفاق پسندوں کی برائیاں اور خلاص اخلاق، ایمان حقیقی، حُب ربِّ استنبازی کی خوبیاں پوری تشریح سے بیان میں آگئی ہیں

شرح اربعین

احادیث شریف کے بڑے ذخیرہ سے چالیس احادیث ایسے منتخب کئے ہیں، جنمیں جناب شاہ ولایت کے فضایل درج ہیں۔ ہر ایک حدیث شریف کا مفہوم فارسی منظوم ترجمہ سے تشریحاً بیان کیا۔ دوسرے اربعین میں وہ احادیث جمع کئے ہیں جو کہ اہل بیت کے فضایل پر حاوی ہیں۔ اس کا فارسی ترجمہ بھی حضرات مبصرین کے سامنے رکھ دیا۔

روائح

رُوحانی نسبت والے اصحاب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مولانا صرفی کی مصنفہ کتاب روائح کے اعلیٰ مضامین بڑی خصوصیت کے ساتھ خالص توحید پرستی، باطنی برکات کی تعلیم کی تحریک پیدا کرتے ہیں۔ توکل تجلیات توحید،

---

۵ ۹۷۲ھ میں دونوں اربعین اور انکی دو شرح کی ترتیب تکمیل پذیر ہوئی ہے جسکی تاریخ قطعۂ ہذا سے مولانا صرفی رح نے نکالی ہے ۔

در مدح اہل بیت بود این دو چہل حدیث
قد اطبق المتفاق علی اکل ما ردیت
تو خوب صرفی از خرد خوردہ دل شنید
تاریخ این رسالہ احادیث اہل بیت
ایضاً
محب علی غیر مومن نیار شد
کہ حبِّ علی شیوۂ مومنان است
ز بغض نگہدار دا تو کہ یشد
نفاقے کہ بدتر ز کفران است

حقیقت الحقایق، انسان کامل۔ امامت کبریٰ، فنا بقا، وحدت کثرت غرض صوفیانہ رازو رموز کی خاص خاص باتیں نہایت ہی تشریح سے روایح میں مذکور ہیں مجاہد کے بارے میں یہ لکھتے ہیں ؎

صرفی نہ بخود گفت کہ بے محنت و رنج ‏ ‏ از گنج معارف نبود گوہر سنج
پیش از من و لواکابر دین گفتند ‏ ‏ بے رنج میسر نشود ھرگز گنج

کتاب کے آخیر میں یہ شعر بیان فرماتے ہیں جسکو دیکھنے والے دیکھتے ہیں یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ یہ کتاب ۹۷۶ھ میں تصنیف ہوئی

روایح از لوایح کم بمعنے ‏ ‏ نیامد بلکہ بیش از روایح
چو جستم سال تاریخش خرد گفت ‏ ‏ روایح شد بسے جستن از لوایح

۹۷۶ھ

دیوان صرفی

دیوان حبی، دیوان طیب، دیوان نازک، دیوان قلندر یہ ساری دواوین موجود ہیں۔ زیر نظر میں اس لحاظ سے مولانا صرفی کے دیوان پر تنقید وتبصرہ کرتے ہوئے ہمارا فرض تھا۔ کہ حبی طیب نازک قلندر سے ان کا موازنہ کیا جاتا اور ان محترم نقدس مآب بزرگوں کے غزلیات قصاید کے نمونے دکھلائے جاتے

⁵ سرینگر کے حد پایئں میں کٹہ کوئل کے کنارے پہ واتل کدل ایک بڑا محلہ آباد ہے۔ جہاں کہ اخوند ملا طیب کی بڑی زیارتگاہ واقع ہے۔ آپکی اسلاف بدخشان میں رہتے تھے۔ عام شباب میں تھے۔ کہ خدا طلبی کے اشتیاق نے زور و غلبہ پایا۔ اور سیر و سیاحت کرتے ہوئے سرزمین ہذا میں کا جناب ابوالفقرا کی خدمت میں نہایت ارادتمندی سے حاضر ہو کر اپنی دل کا سکون پایا۔ قرآن شریف کا

اور ہر ایک کی خصوصیات بیان کی جائیں اور چونکہ مولانا صرفی ہماری کتاب کے ممدوح العنوان ہیں۔ اسلئے مذاق حال کے موافق خواہ مخواہ بھی ان کو ترجیح دیجاتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنا واقعہ نگاری کے فرض کے بالکل خلاف ہے۔ ساتھ ہی یہ امر مد نظر رکھنا چاہئے کہ مولانا صرفی کے بڑی دیوان کو چشم بصیرت سے دیکھنے والے دیکھتے ہیں، مضامین، طرز، ادا، ذوق کی نوعیت کے اعتبار سے دیوان جیسی، دیوان طیب پر بڑھ کر چڑھ کر فوقیت دیتے ہیں۔ دیوان صرفی کی عام مقبولیت فوقیت کا بہت بڑا ذریعہ یہ ہے کہ اسمیں جو حقیقت شناسی، وجد، جوش، عشق محبت درد، سوز و گداز، بے خودی، خالص توحید پرستی، فنا بقا کے جذبات بیان کیے گئے ہیں۔ زلف خال چشم، سرمہ، شراب پیر مغاں، گل و بلبل بہر حال جس قدر کہ ایسے الفاظ آپ کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔ ارباب تصوف کے نزدیک ان الفاظ کے تعبیرات مفہومات اس سے الگ ہیں۔ جو کہ عام فارسی خوان، ارباب ظاہر بیان کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک شراب ایک نشہ اور چیز عقل انسانی کو زایل کرتی ہے۔ لیکن صوفیانہ اصطلاح میں شراب کے معنی یہ ہیں کہ خدا شناسی کے

۴ درس مکتب داری آپکا خاص مشغلہ رہا ہے۔ آخر ایک قلندر کی نگاہ سے آپکے حالات میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی۔ آزادی بیخودی کا عالم غالب آگیا۔ دو سال کی زائد مدت تک شرعی تکالیف سے فارغ البال رہے۔ مگر اپنے پیر و مرشد کی توجہات سے آگے بڑھکر افاقہ کے رنگ میں رنگین ہوگئے تیار استہ تلاش کرتے رہے۔ جناب صالح خان مجذوب میر محمد علی قادری خواجہ معین الدین ہادی نقشبندی وغیرہ کی صحبت سے اپنا مسلک بہتر بنایا۔ محمد اعظم آپکا نواسہ تھا۔ صوفیانہ شعر و سخندانی میں آپنے بہت بڑا حصہ لیا۔ کہتے ہیں ۵ یا نبی ۲ حب تست در دل ما ۲۴

فیوض و برکات اسکے اخذ اکتساب کی خوش ذائقہ تحریک ہے۔ ترسا روحانی آدمی کو کہتے ہیں جو کہ مذموم صفات سے اور نفسانی خواہشات سے بالکل بے تعلق ہوکر پسندیدہ صفات سے متصف اور وابستہ ہو۔ دیر و خرابات کی تعبیر عارف کے باطن سے کرتے ہیں۔ مے ذوقی را گویند کہ از دل سالک برآید و او را خوشوقت گرداند صوفیانہ اصطلاحات وہ لوگ جانتے ہیں جو کہ روحانی تعلیمات اشارات کے نسبت آگاہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ دنیا طلبی متکبرانہ خود پسندی کی مذمت کے ضمن میں مولانا صرفی یہ لکھتے ہیں ؎

راحت مجوی کہ ساختہ پیدا خدائے ما — مارا برائے محنت و محنت برائے ما
زور رسائی اوست بحدی کہ ممکن است — این طرفہ تر کہ گشتہ زبون وفائے ما
خواہد شدن خلاص ز ما و نمے شود — دردش کہ آمدہ است بجنگ از دوائے ما
چون نیست غیر سینۂ ما منزل غمت — خواہد غمت ہمیشہ بعالم بقائے ما
ما ہم بجانشین تو مجنون عامری — گو آنکہ بعد ما نشستہ بجائے ما
بادا بحلق تشنۂ ما آب تیغ تو — ای کاش مستجاب شود این دعائے ما
صرفی چہ فکر بادہ بہ دفع غم کنی — خون جگر بس است پئے غم زدائے ما

---

۲۴ غیر ازین ہیچ نیست حاصل ما — حق تعالیٰ چو خلق ما میکرد — تخم مہر تو کاشت در گل ما
جاودان خاکِ آستانۂ تست — مسکن و مستقر و منزلِ ما — دست ما از دامنت رہا نکنیم
حل نگردد زغیر مشکلِ ما — گرچہ ما ناقصیم یا احمد — کاملِ لطفِ تو مکمل ما
شاہ طیب ز نسلِ آلِ نبیؐ — کے بود ہر یکے مقابلِ ما
ایضاً تا خدا بود با خدا بودیم — از خدا کے دمے جدا بودیم

ایضاً

عیش را نیست رہ بوادیِ ما | ولئے بر ما و نامرادیِ ما
بہ سپیر دیم نقد جان بغمت | کہ جز او نیست اعتمادیِ ما
شادیِ ما بنالہ ہائے حزین | رقص چرخ از سرود شادیِ ما
عادت ما و فاو استغنے | یار ما از امور عادیِ ما

صَرفی از شیخ کار ما بکشود
پیر و پیر آمدہ است ہادیِ ما

سوئی حرمش نیافتم اصلا رہ | تا مرشد عشقم ہمنود انجا رہ
ایں مرشدم اسرار نہاں کردبیاں | تو بالمن اذنہ وعت اسرارہ

غزل

ایں مقامی است کہ نہ صبح نہ شام است اینجا | روز و شب روشنی از پرتو جام است اینجا
ہیکشاں طی مقامات بمی خانہ کنند | سفری ہست کہ نے باؤ نہ گام است اینجا
مستی مے کند از ہستی خود آزاد ت | ہر کہ آزاد ز خود گشتہ غلام است اینجا
کفر و دین را نہ رسد دست بطاق در بر | بہ حد بتکدہ و کعبہ کدام است اینجا
عشق برتر بود از پختگی و خامی عقل | خام چوں پختہ شود پختہ چو خام است اینجا

جائی ما نیست آسمان و زمین | عرش و کرسی نبود ما بودیم | لامکان است منزل عشاق
کس چہ داند کہ ما کجا بودیم | نور صدق و صفای قلب نبود | صوفی صفحۂ صفا بودیم
پیش از آں دم کہ چرخ رقص کند | در حرم طاق و تن تنا بودیم | تا کہ باشیم اینچنین باشیم
ہمچنین بودہ ایم تا بودیم | طیبا ماسوی ندید دلم | آری از خلق ماسوی بودیم

یار آگہ بمحبان ز رہِ دل بدل است
نہ رہِ قاصد و نے حاجتِ پیغام است اینجا

زہد ا خرقۂ من گرچہ ز مے رنگین است
نا امیدم چہ کنی رحمتِ عام است اینجا

خندہ و قہقہہ بنگر ز صراحی کہ قدح
باز گردیدہ ز من از شربِ مدام است اینجا

آن تجلی کہ شد از طور عیان بر موسیٰ
جلوہ ماہ من از گوشۂ بام است اینجا

محو دیدار بمقاماتِ تجلی صرفی است
چو کلیمش نہ تمنائے کلام است اینجا

تقریظات

ابوالفیض فیضی فیاضی کے علم ادب انشاء پردازی کی متجرانہ دستگاہ قابلیت کا حال سواطع الالہام کی کتاب سے دریافت کرنا چاہیئے۔ وہ عربی زبان میں اور بے نقط الفاظ میں ایک تفسیر ہے۔ غیر منقوطہ حروف کا اتنا التزام پیش نظر رکھا تھا۔ کہ اس علم کی تبدیل کی پرواہ نہیں کی بسم اللہ کی جگہ لا الہ الا اللہ لکھا ہے و نیز یوسف کے نام کی بجائے ولد اہ عسمی کا لفظ لکھنا پڑا جسمیں کوئی منقوط

بمعراج مقصود خود بر شدیم
مکن عیب ما گر قلندر شدیم
بقا در فنا بود ما یافتیم
دگر مار بودیم اژدر شدیم
ز سکرمئ عشق منصور وار
انا الحق زدیم و مظفر شدیم
دل و جان بدلدار و جانان رسید

برون آمدیم انگہے در شدیم
ز ہستی سر موئی بر ما نماند
وزان ہم گذشتیم و برتر شدیم
اگر تیرہ بودیم صافی شدیم
ازان ہر زمان نوع دیگر شدیم
نشستیم بر کرسئ لامکان
ازآن دم کہ بے پا و بے سر شدیم

سر درویش و سلطنت حجاب است
ز مشک فنا خوش معطر شدیم
اگر خار بودیم گشتیم گل
وگر نور بودیم والنور شدیم
رخ دوست ہر دم بنوعی نمود
چو فارغ ز محراب و منبر شدیم
نیم از مصور جدا طیبا

خطۂ کشمیر کے علوم وفضایل کے جوہر درخشاں مولانا صرفی کا حال یہ تھا کہ سواطع الالہام کو آپ نے مطالعہ کیا۔ فوراً قلم اٹھایا۔ فکر تامل کے بغیر ایک طویل عربی تقریظ لکھا۔ دلچسپ تقریظ بھی بے نقط ہے۔ جسمیں علامہ فیضی کی توجہ اس بات کیطرف مبذول کرائی۔ کہ وہ بے نقط تفسیر سواطع الالہام کے لکھنے پر مزید فخر وناز کا اظہار نہ کرے۔ کیونکہ وقت میں بہت ہی ایسے اشخاص بقید حیات موجود ہیں۔ جو کہ فصاحت بلاغت عربی ادب شناسی کے اعتبار سے بے نقط تفسیریں لکھ سکتے ہیں۔ فیضی سے مافوق تصور کئے جاتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ مولانا صرفی نے اپنی تقریظ میں فیضی کے ادب عربی شناسی کو مات کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ مولانا صرفی ہی نے سواطع الالہام کی ترتیب کی تاریخ سورۂ اخلاص سے نکالی ہے۔

مناقب الاولیا

چک خاندان کی جابرانہ حکومت کے زمانے میں اس وقت جبکہ مولانا صرفی کی شعر وسخندانی، فصاحت بیانی کے گرما گرم جذبات جوش مار رہے تھے۔ اہل تشیع امامیوں نے اعلاناً یہ کام کیا ہے۔ کہ وہ ائمہ اہلبیت کے مخصوص و محدود چند صحابہ کی نسبت بظاہر زبانی محبت کا اظہار کرتے ہوئے مدح اعرابی سے کام لے گئے۔ بلا اثر مرثیہ خوانی میں حدود حقیقت کے معیار سے باہر آگئے ہیں ساتھ ہی حضرت ابوبکر الصدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ عثمانؓ و دیگر خلفائے راشدین جیسے خدا رسیدہ بزرگان دین کے بارے میں حقارت آمیز گستاخانہ تبرا خوانی کی داد دیکر افراط و تفریط

سے کام لیتے رہے ۔حالات زمانہ اس امر کے متقاضی تھے کہ دونوں محترم مخیر گروہ کے مصدقہ فضایل و مناقب مگر اپنی اپنی حد پر بیان کئے جائیں ۔مولانا صرفی نے تحقیقاً اعتدال پسندی اور حقیقی حب سے کام لیتے ہوئے دونوں گروہ کی منقبت خوانی میں احسن پہلو اختیار کیا اور افراط و تفریط کے مذموم طرز سے لوگوں کو بچایا۔خلفائے راشدین کے فضایل و مناقب ایسے مستحسن پیرایہ میں بیان کئے ہیں جو کہ اپنی نوعیت میں مخصوص فوقیت کے درجے رکھتے ہیں ۔جسکی ابتدا یہ ہے

پس از پیغمبر خیر البرایا ، امام افضل و اعلا و اتقی

امیر المومنین صدیق اکبر

خاص و عام سُنی لوگ یہ منقبتیں پڑھتے ہیں ۔محبت کامل عقیدتمندی کا با اثر سچا جوش اظہار کرتے ہیں ۔حضرت امام حسنؓ حضرت امام حسینؓ کے مناقب میں مولانا صرفی نے یہ طرز اختیار کیا ہے ۔ ؎

شہزادہ حسن امام اعظم ، شہزادہ حسین امام عالم
آں خسرو کشور جلالت ، وین نو گل گلشن لطافت
بو بکر علیہ الرحمتہ اللہ ، گفتا کہ شہ رسل بہ ناگاہ
از خانہ بمسجد اندر آمد ، بر ممبر خویشتن بر آمد
ہمراہ حسن بمبر ش بود ، آں راحت روح در برش بود
گفت ایں پسر من است سید ، دارم امید آنکہ ایزد
اصلاح دہد باو در ایام ، بین الافاتین اہل اسلام
در عہد معاویہ شد آخر ، مضمون ہمیں حدیث ظاہر

مخصوص خلفا

یوں تو ہر ملک ہر زمانے میں ہزاروں کی تعداد میں برگزیدہ باکمال ہستیاں انسان کامل گذرے ہیں۔ لیکن پیروان مذہب تحقیقاً یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ کامل انسانوں میں وہ اصحاب نہایت ہی بہترین فاضلترین بزرگ تسلیم کئے جاتے ہیں جنہوں نے اپنی مقدس ذات میں علم و عمل اخلاق، آداب، تہذیب، شائستگی کے لحاظ سے فوقیت حاصل کرکے دوسروں کی تکمیل میں کامیابی کا لائحہ عمل پیش کیا۔ دراصل یہ لوگ پیر و مرشد کے نام سے موسوم مشہور ہونیکا استحقاق رکھتے ہیں۔

جناب مولانا صرفی نے سب سے پہلے وہ کمالات حاصل کئے ہیں۔ جو کہ بہترین صورت میں انسانِ کامل اور پیر و مرشد کے لئے ضروری ہیں۔ پھر مذہبی تعلیمات، روحانی ہدایات کی عام تبلیغ میں ہمہ تن کوشش کرکے ارادت مند لوگوں کی بخوبی اصلاح کی۔ ارشاد و ہدایت کی مسند پر جلوہ افگن رہے خلفا، احباب، خدام کا دائرہ وسیع بنایا۔ حق حقیقت شناسی کے لطایف معارف کی نشر و اشاعت کے دایرے کو اعلاناً وسیع بنایا۔ اس وقت جبکہ اہل بدعت امامیہ اثنا عشری لوگوں نے سرزمین ہذا کے فضا کو مکدر ملوث بنایا تھا۔ ایک اہل الرائے، اولوالعزم محدث، مجدد، مفسر اور مبلغ کا کام تھا بیاں کیا جاتا ہے کہ آپ کے مشہور۔ با اختصاص خلفا خدام ایک ہزار سے کم نہیں تھے

اب چند خلفا کے نام انتخاب کی صورت میں پیش کیے جاتے ہیں جو کہ مولانا صرفی کے بابرکت درگاہ پر حاضر ہو کر باضابطہ تکمیل کا درجہ ارشاد نامہ حاصل کر گئے ہیں

۱۔ میر محمد گنائی عاصمی: بچپن ہی سے آپ کی تعلیم و ترتیب کا انتظام گھر پر ہی ہوا تھا۔ طبعی ذہانت کے باعث آپکے گفتار و رفتار کا طرز نہ صرف والدین کو بلکہ جناب مولانا صرفی کو بہت ہی مرغوب پسند تھا۔ علاوہ اس کے مولانا صرفی کو میر محمد یوسف ایک ہی صاحبزادہ تھا۔ جو جوانی کے عالم میں لاولد انتقال کر گئے ہیں۔ جسکی بناء پر مولانا صرفی نے آپ کو اپنا جانشین پسر پروردہ بنایا۔ وہ بھی محنتی مستعد تھا۔ پیر و مرشد کے ارشادات ہدایات کی تعمیل و تکمیل میں کوشاں رہا۔ باضابطہ خلافت نامہ خلعت ارشاد پایا۔ جسکی نقل فیحات کبرویہ میں مکتوب ہے۔ وہ یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ الذی اوجد العالم لقدرتہ وخلق الجن والانس لیعبدون۔ قال رئیس المفسرین صاحب سید الاولین والاخرین وابن عم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وصلی اللہ علے نبینا وعلیہما وعلے سایر اصحابہ الذین ھم بعد الانبیاء افضل الناس فی تفسیر قولہ تعالے لیعبدون ای لیعرفون والصلوۃ والسلام علے افضل الموجودات واکمل المھدایت الی معرفۃ الذات والصفات محمد المصطفے واحمد المجتبی وعلے الہ الکرام واصحابہ العظام الذین ھم مرشد الانام

الی صلك المعرفه المقصود من ایجاد الخوص و العوام كما
قال علیه الصلوٰة والسلام اصحابی كالنجوم بایهم اقتدیتم
اهتدیتم اما بعد فیقول العبد المتجرع من مثابات من سبوتا
النبی الهاشمی العربی خادم فقراء باب الله یعقوب صرفی بن حسن
بن علی بن بایزید العاصمی ان الانسان لما خلق لمعرفته سبحانه
وتعالی عن ادراك العارفین وصف الواصفین فمن لم یسع
من افراد البشر فی تحصیلها فهم كالانعام بل هو اضل ام الاضلینه
فان الحمار والبقر مثلا من الانعام حصل لهما ما خلقا له فان
الاول خلق لتحمل الاثقال وذالك حصل منه والثانی للحرث
والزرع وذالك ایضا حاصل منه فلما لم یحصل من الانسان
المعرفته التی خلق هو لاجلها فهو اضل منهما فلابد له ان
یسعی ویهتم فی تحصیلها حتی ترقا من حضیض الانعامیة
الی ذروة الانسانیة لاكن لا یحصل ذالك الی باقتداء
مرشد الكامل المكمل والحمد لله علی ان المرشدین الكاملین
موجودین فی كل عصر من الاعصار ولا یخلوا العالم منهم
الی انقضای الاطوار والادوار - والغرض من هذه المقدمه
ان الاخ الصوری والمعنوی ناظم مناظم الطریقه
عارج معارج الحقیقه الواصل من العلم الی العین محمد

بن حسن بن علی المذکورین زاده الله توفیقا وافاضه
فی الحقایق تحقیقا قدمه علی قدمی فی هذا الطریق
واسقی مدامة من هذا الرحیق واصطبر علی تجرع
المرارة المجاهدات الی عن وفقه الله لتناول کوس تجلیات
الافعال والصفات والذات ولارتقائه من حالات تلوین
الی مقام تمکین حتی استحق لارشاد الطالبین وتکمیل
الناقصین فلما رایته صنه فی هذا الاستحقاق اجزته
لارشادهم وامدادهم ومبایعة من اراد التوبة والانابة
والاوبة وتلقین ذکر وجلوس الاربعین بمصاحبة خوف
الدین وقبول النذور والفتوح وتعبیر الواقعات وسایر
الامور المتعلقة بمنصب المشیخة والارشاد والتمس
من اخی المذکور ان لاینسانی فی الاوقات المرجوة
لاجابة الدعا وصلی الله وسلم علی سید المرسلین
وامام المرشدین وعلی آله واصحابه واتباعه وتبع تابعین
الی یوم الدین وقد کتبه ان العبد یعقوب المذکور هذه
الرقیمه بیدی فی تاریخ خامس ربیع الاخر سنه الف رحمة
علیها اللا عنها دعنده اهل منهج الصدق والسداد۔ فقط

؎ زمانہ سلف جبکہ پیر مریدی کا لائحہ عمل اپنے باقاعدہ موضوع پر قائم تھا۔ کیسا؟

مولانا صرفی کی وفات کی تقریب پر مخلص چند احباب استدعا اور اصرار کرتے رہے کہ آپ کی نعش مبارک کسی اور جگہ دفن کیجائے۔ مگر میر محمد عاصمی گنائی نے اپنے منشا کے مطابق کام کرتے ہوئے اپنی مقبوضہ زمین کے رقبہ جات ہیں جو کہ وراثت کی حیثیت سے آپ کو حاصل ہوئے تھے آپ کا مقبرہ بنوایا۔

تھوڑی مدت گذر جانے کے بعد قبرستان کی ارد گرد محدود دیوار بندی کرائی۔ ابوالحسن آپ کی کنیت ہے۔ میر حسن اور ملا محسن آپ کے دو بیٹے تھے۔ میر حسن نے سرکاری اہل دربار میں اپنا اثر اس قدر پیدا کر لیا۔ کہ ۱۰۱۵ھ میں بعہد شہنشاہ جہانگیر سلطنت العالیہ کا داروغہ رہا جسکی تاریخ کا یہ قطعہ ملا مرہمی نے کہا ہے۔ قطعہ

اے خدا داد ترا منصب داد — باشن تا نام عدالت باشد
گر سعادت طلب در ہر دارین — سعی در عدل کمالت باشد
مرہمی از پے تاریخ شمرد — بجُس جُس عدالت باشد

میر حسن کی اولاد و احفاد ملا مومن داروغہ۔ ملا مقیم اور ملا محمد عطاء اللہ بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر ثابت رہے اور علم و عمل کے ساتھ دربارداری کی عزت حاصل کر گئے۔

مبارک زمانہ تھا۔ کہ پیر اپنے خدام مرید احباب کے نذورات فتوحات ہدایا کے اخذ و اکتساب کے لئے تب تک ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے۔ جبکہ استحقاق قابلیت علاوہ اسکے کامل پیرو مرشد کی اجازت حاصل نہیں کرتے تھے۔ مانگنے کی رسم نہیں تھی ہاں بطیب خاطر دینے کا وہ بھی بقدر قناعت لائحہ عمل موجود تھا۔ موجودہ زمانہ میں ایسے مسلک کا وجود حکم عنقا رکھتا ہے۔

میر محمد خلیفہ ؎

اسمٰعیل میر پھر اس کے بیٹے یوسف میر نے اپنی جودت جلادت کے لحاظ سے ترقی کرتے کرتے چک خاندان کے اہل دربار تک رسائی حاصل کی۔ اسی اثناء میں یعقوب خان روضہ کشمیر کا حکومت کا قبضہ لیکر مذہبی تعصبات کے میدان میں کھلم کھلا آیا۔ اہلسنت کی مخالفت کو سرمایہ حکومت بنا رکھا۔ یہاں تک کہ اپنے متعصب اہلکار سے مشورہ کیا۔ کہ مولانا صرفی جیسے محترم مشہور بزرگ کا خاتمہ اگر کیا جائے تو حنیفہ سنیوں کا مذہب بے نام و نشان ہو جائے۔ اہل سنت کے زمرے دوبارہ سر نہیں اٹھا سکتے ہیں۔ یہ مشورہ عمل میں آیا۔ کہ یعقوب خان چک نے یوسف میر کے نوجوان بیٹے محمد میر وزیر زادے کو جو کہ جرأت و بہادری میں مشہور و نامدار تھا بہت سے انعام و اکرام کا وعدہ دیکر مولانا صرفی کے بیگناہ شہید کرنے کے لیئے مامور کیا۔ وہ بھی اپنے بڑے ارادے کے ساتھ گھر سے نکلا در گجن کی پرانی خانقاہ کے دروازے تک جہاں مولانا کی خلوت نشینی کا مقام تھا۔ اور اس وقت استغراق مراقبہ کی حالت میں محو متوجہ ہوئے تھے۔ پہنچا تو انہوں نے مراقبہ سے سر مبارک اٹھا کر اپنی نظر جلال جو کہ منگ دلوں کو موم اور

؎ سنہ ۱۰۱۵ھ میں آپ نے فانی دنیا کو خیرباد کہا ہے۔ جسکا حوالہ اعراس المشائخ میں ہے۔ اعراس المشائخ کتاب کی صورت میں ایک مکمل فہرست کا نام ہے۔ جسمیں سرزمین کشمیر کے علاوہ پنجاب ہندوستان کے مشہور اولیا مشائخ کی وفات کی تاریخیں بتقید سال و ماہ درج ہوئے ہیں۔ یہ فہرست خواجہ محمد مقبول سے یادگار رہے۔ خواجہ محمد مقبول خواجہ عبید الغنی کا فرزند تھا۔ غلام احمد حمید امام خانقاہ نقشبندیہ وغیرہ سے درسیہ فارسی عربی کتابوں کو

متکبروں کے کبر و نخوت کو توڑنے والی تھی اس پر ڈالی فی الفور شمشیر اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور خود بھی بے حس و حرکت ہو کر زمین پر گر پڑا - اُسے ہوش آنے پر مولانا صرفیؒ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا - کہ جس کام کے لیئے تو آیا تھا اُسے جلدی کر - یہ سُن کر محمد میر نے بکمال عجز و انکسار آپکے پاؤں پر اپنا سر رکھدیا اور توبہ کر کے آپکے ہاتھ پر بیعت کر لی ۵

ہیبت حق است این از خلق نیست ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

اسی طرح یعقوب خان آپکے شہید کرنے کے ناپاک منصوبے میں ناکامیاب رہا - مگر محمد میر یعنی میر محمد آپ کی نظر عنایت سے دین و دنیا کی بڑی دولت پا گیا باضابطہ خلافت نامہ حاصل کیا - میر محمد خلیفہ کے نام سے مشہور و معروف ہوگئے درگجن کی قدیمی خانقاہ میں آپنے توقف فرما کر مقدس روحانی فیوض و برکات کی عام تبلیغ کے لیئے کامیاب کوشش کی -

سلطان حسین خان مشہور والی بکلی کے بھائی سلطان ابدال خان کے استدعا پر آپنے بکلی کی راہ لے لی - جہاں کہ آپنے توقف فرما کر ایک بڑی خانقاہ بنوائی اور ارشاد کی مسند پر بیٹھکر اپنے بہترین مشاغل کا اظہار کیا - ۱۴ ماہ محرم ۱۰۰۵ھ میں آپنے وفات پائی -

---

۲ علمیت حاصل کی تھی - پیر عبد اللہ شاہ رفیقی میر عبد القادر اندرابی سے وِرد اَوراد کے اجازت نامے حاصل کئے تھے - ۱۳۲۶ھ میں آپ فوت ہوئے ہیں -
خواجہ معین الدین ہادی نقشبندیؒ کی مشہور زیارتگاہ کی صحن میں دفن کئے گئے ہیں
تاریخ وفات یہ ہے ۵ ہفدہم ماہ وزہ روز شنبہ بچاشت خواجہ مقبول از کف دوران کشید جام فوت
صبح میلادش بلند اختر نمود بد روز عم شام وصلش آمدہ مشتاق حی لا یموت

خواجہ محمد یوسف مانٹچو

علم وعمل دینی ودنیاوی ترقیات کے لحاظ سے مانٹچو خاندان کے افراد سرزمین کشمیر میں حد سے بڑھکر نامور بارسوخ تصور کئے جاتے تھے۔ تین چار سال کا عرصہ گذرا کہ راقم مؤلف نے چشمۂ نور کے نام سے ایک بڑی کتاب تصنیف کی ہے جسمیں مانٹچو خاندان کے مشہور نامدار اصحاب کے تذکرے اور کارنامے قلمبند کئے گئے ہیں۔ خواجہ محمد یوسف کے حالات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک متمول تجارت پیشہ طبقے میں بڑی خصوصیت کے ساتھ مشہور رہے۔ آپ ابھی جوانی کے عالم میں ہی تھے کہ تجارتی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ آپ کو علمی فضایل مدارج کی شناخت کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اور مولانا صرفی کے درگاہ تک پہنچا۔ خدا شناسی کے آداب کا فیضان حاصل کیا، سیر وسیاحت کی۔ حرمین شریفین کی زیارت کا شرف پایا۔ بڑے بڑے مشایخ اولیا کی ملاقاتیں کیں۔ قصبۂ بارہمولہ میں اپنے مسکن کے صحن میں آپ کی زیارت گاہ موجود ہے۔ تاریخ یہ ہوئی

امجد مشایخ بود ١٠١١ھ

خواجہ حبیب اللہ نوشہری

سرینگر دارالحکومت کے خاص احاطہ سے شمالاً ۲½ میل کے فاصلے پر گذر کر

٥ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آپ محض قلبی درد وسوز اور عاشقانہ جذبات کی آتش کے اطفا کے لئے سماع سرود نوازی کا مشغلہ اختیار کر گئے تھے۔ مگر اخوند ملا حسین رہنمارح شرعی ہدایات پر بظاہر نظر کرتے ہوئے خلاف ورزی کے مسلک سے پیش آگئے۔ بحث ومباحثہ اور مظاہرہ کا ہنگامہ

نوشہرہ خواجہ پورہ کے محلہ میں خواجہ حبیؔ نوشہری کی زیارت گاہ واقع ہے
حبی نوشہری کا پورا نام یہ ہے۔ خواجہ حبیب اللہ حبیؔ گنائی ابن خواجہ شمس الدین نوشہری
خواجہ شمس الدین آپ کا والد ماجد ایک متمول بقال تھا۔ نمک فروشی کی تجارت کرتا تھا۔
دو بیٹے خواجہ حبیب خواجہ یعقوب چھوڑ کر دنیا کو الوداع کہا۔ خواجہ حبیب سنہ ۹۶۳ھ
میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کے اشارے پر آپ نے دوکانداری نمک فروشی کے
مشغلے میں ایک خاص مدت ختم کر لی۔ آخر مولانا حسین آفاقی نوشہری جیسے فاضل
اجل مدرس کی درسگاہ پر حاضر ہو کر درسیہ علوم و فضایل کا استفادہ حاصل کیا۔
بعدہ مولانا صرفی کے فیض صحبت سے مستفیض ہوتا رہا، دنیا طلبی کے وسیع مشاغل سے
ہاتھ دھو کر بیٹھا۔ روحانی فیوض و برکات کا ہر ایک مرحلہ طے کر دیا۔ خلافت نامہ پایا
میر محمد خلیفہ کے حضور میں زانوے ادب تہہ کیا۔ جن لوگوں کو آپ کے عاشقانہ پر از
سوز و گداز مجالس و محافل میں حاضری کا موقعہ ملا۔ وہ علانیہ کہتے تھے کہ آپ محو
استغراق جذبہ عشق اشتیاق میں بیخود ہونے کے باوجود ارشاد ہدایت کی
مسند کو رونق بخش تھے۔ شعر و سخندانی کا رنگ آپ نے ایسا دکھلایا جس پر
کہ ہمعصر بلغا، فصحا اور شعرا تعریف و تحسین کرتے تھے۔ راحت القلوب۔ رسالہ الانفاس
مراۃ الغیوب، تنبیہ القلوب مقامات صرفی کے علاوہ آپ کے منظوم دیوان

ہ سنہ ۱۰۱۱ھ میں منظوم مقامات صرفی آپ نے تصنیف کی ہے۔ جس کے اختتام کی تاریخ یہ ہے
گر تو تاریخ این کنی مفہوم
روضۂ ناچار بین و کن مرقوم
سیر و سیاحت کے دوران میں جو حالات رونما ہوئے ہیں۔ خصوصاً ابو سعید معمر حبشی کی ملاقات کا
قصہ نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

بھی یادگار ہے آپ فرماتے ہیں ؎

اے دل بشنو کہ بت شکنی ترک عادت است ‌ ‌ ‌ عبدی بنے کہ مانع راہ سعادت است
ہرگز مگو کہ خواجہ ام و خواجہ زادہ ام ‌ ‌ ‌ فخر عباد خاص ز حسن عبادت است
جز استقامتی مطلب در راہِ خدا ‌ ‌ ‌ چون استقامت آمدہ بہ از کرامت است

وله

دنیا عجوزہ است کہ گشتہ ہزار شوی ‌ ‌ ‌ ای دل ز احمقی مکن این بیوہ را نکاح

وله

مئے گلگون دوائے علت بیسود است در دلہا ‌ ‌ ‌ الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا
نہ آن می کان بدست اعتناب لا الہ ہستند ‌ ‌ ‌ مے نوشند تجلی از تاک الا اللہ فکاملہا
چو عشق آمد بدست من عقلم ماند و نے جہلم ‌ ‌ ‌ ازان گوہر کہ افتادہ نہ ساحلہا نہ شکلہا
زخود عمری گذر کردم بخود آخر رسیدم من ‌ ‌ ‌ ببایی از خود بخود در وی چنین راہ است منزلہا
اگر حبی سفر خواہی زخود را خود درونِ خود
علیک ہمت گہ فاترک بہا الدنیا و اعطلہا

وله

اے کہ بہشت برین بے تو عذابم عذاب ‌ ‌ ‌ آتش دوزخ ہمہ با تو گلابم گلاب
گرمیِ شوقت چہ کرد نرمیِ ذوقت چہ کرد ‌ ‌ ‌ دیدہ پر آبم پر آب سینہ کبابم کباب
ہر دو جہان را سفر کردہ ام از دل بسر ‌ ‌ ‌ آمدہ اندر نظر جملہ سرابم سراب
حل شود از روی حال نے ز رہِ قیل و قال ‌ ‌ ‌ چند کنی زین سوال نیست جوابم جواب

اے شہ خوبان من اے مہ تابان من

بے تو نہ شاہ گدا بے تو نہ شیخ است و شاب

بے تو نہ بلبل نہ گل بے تو نہ سنبل و مل

بے تو نہ دف و دہل بے تو نہ چنگ و رباب

بے تو نہ کوہ است و کاہ بے تو نہ رو نیست و راہ

بے تو کدام است ماہ بے تو کدام آفتاب

بے تو نہ باغ و بہار بے تو نہ دار و دیار

بے تو نہ خاک و نہ باد بے تو نہ آتش نہ آب

بے تو نہ مردان و زن بے تو نہ جان است و تن

بے تو نہ زاغ است و زغن چیست حجاب هم حجاب

مدعی من بحر عشق مرجع من بحر عشق

آمدہ ام چون حباب میگذرم چون حباب

حبی بیچارہ بین اشک فشان بر زمین

کردہ زراعت چنین زو ست طعام و شراب

وله سلطانِ رسل شاہِ عجم ماہِ عرب . بروی صلوات

بودہ است احبّ پیشِ ہمہ زہی طلب ، چون آبحیات

رحلت چو نمودہ است بی وصل خدا یعنی زجہان

حبی زخرد گرد طلب بود احبّ تاریخ وفات

بو بکر کہ صدیق لقب شد زہی از صدق و صفا

بین افضل اصحاب نبی العربی ؓ   در فقر و فنا
چون رفت ازین عالم و تاریخ ز دل   جستم طلبید
از اسم ابی بکر لفظ ابی گفت دل ما
آن نیک سیر سرور آفاق عمر   از فضل و کمال
روشن شده بر چرخ عدالت چو قمر   اندر همه حال
زین عالم فانی چون روان شد بقا   از روی قضا
بوده است چو پاکیزه سیر پاک شمر   تاریخ وصال
از حضرت عثمان ابن عفان در برج حیا   چون رفت ازین عالم و تاریخ ز دل

خواجہ زین الدین علی دارولی، آخوند ملا شمس الدین نکھرپوری، مولانا مہدی علی بٹہکوری۔ خواجہ حبیب اللہ نوری، خواجہ یعقوب نوشہری ان کے خاص خلفا میں یادگار ہیں۔ ۱۰۲۷ھ میں جبکہ عام مرگِ انبوہ نے تباہی کا محشرستان برپا کر دیا تھا آپ نے اور آپ کے چند احباب مثل خواجہ داؤد مجذوب میر محمد یوسف قادری کا دیکدلی نے وفات پائی اور مرگِ انبوہ کا صدمہ دب گیا۔ "مفاجاتِ بعشر" آپ کی وفات تاریخ بیان کی جاتی ہے۔ ۹ ماہ ذی الحجہ آپ کے وفات کا دن تھا۔

۵ محلہ لوکھری پورہ میں آپکی منہدم شدہ زیارتگاہ واقع ہے۔ قرآن مجید کے درس مکتب داری کے بہترین شغل میں آپ نے زندگی کے ایام بسر کئے ہیں۔ فتحات کبرویہ وغیرہ میں آپکی خاندانی شرافت کا تذکرہ موجود ہے۔ میر محمد خداداد آپکے قابل بزرگ خلف الصدق تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپکو جناب سید جانباز ولی بارہمولی کے خاندان سے نسباً تعلق تھا۔

شیخ ابراہیم گنائی

عمر کے لحاظ سے آپ حضرت مولانا ظرفی کے چھوٹے بھائی تھے۔ اپنے مخترم بھائی سے علمی عملی فضایل کا کثیر سرمایہ حاصل کرکے ارادتمندی کے حلقے میں شامل رہا۔ آپ کے بیٹے کا نام شیخ اسماعیل تھا بی بی عائشہ بانو بڑی خوش نصیب عورت تھی۔ ان کے والد ماجد شیخ ابراہیم نے مخصوص صورت میں ان کی تربیت کا ذمہ اُٹھایا۔ یہاں تک کہ بقول خواجہ محمد اعظم دیدہ مری یہ مقام پایا۔ کہ بی بی از صالحات و عابدات روزگار شد۔ شیخ حیدر گنائی سے ان کی شادی ہوئی۔ شیخ حیدر اپنے باپ آخوند ملا شنگرف گنائی کلاشپوری کا قابل قدر جانشین ثابت ہوا۔ اور کلاشپورہ کے خاندانی خانقاہ میں توقف فرمایا۔ علمی فضایل کے نشر و اشاعت میں ہمہ تن کوشاں رہا۔ آخوند ملا شنگرف کے مزار میں آپ بھی مدفون ہیں۔ شیخ محمد امین خلیفہ محمد شریف۔ شیخ حیدر گنائی کے دو بیٹے ہیں۔ بی بی عائشہ بانو محمد امین خلیفہ محمد شریف نے دلوہ سر کے ایک گاؤں میں اموجہ سے سکونت اختیار کرلی۔ وہ اُنکے قبضہ میں بطور جاگیر دائی۔ شیخ محمد امین کی ذریت موجود تھی۔ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری لکھتے ہیں۔ "دی از اجداد مادری راقم الحروف است۔"

ؐ محلہ کلاشپورہ میں بابا شندی گنائی کی مسجد کے آس پاس آپکی زیارتگاہ موجود ہے آپ مخدوم بابا عثمان اوچپ گنائی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ علمی فضایل کی تحصیل و تکمیل کی بدولت آپنے بڑی ناموری شہرت حاصل کی تھی۔ حرمین شریفین کی راہ لیکر متبرک مقامات کی زیارتگا شرف پایا۔ علامہ شیخ ابن حجر مکی کی خدمتمیں ایک خاص عرصہ تک حاضر رہا صحاح ستہ علم الاحادیث کی اجازت اخذ کرلی۔ واپس آکر اپنے خاندانی بزرگوں کے دولتخانہ میں توقف فرمایا۔ درس و تدریس کے مشغلہ کو وسیع بنا یا

خواجہ حاجی بانڈے

فتوا نویسی کے بڑے عہدے پر آپ مخصوص ممتاز ہوئے تھے۔ بانڈے خاندان کے آباو اجداد کہاں سے آئے ہیں۔ نسب خاندان قومیت کے لحاظ سے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ ان باتوں کے مطمئن جواب دینے کے متعلق مستند تاریخ نویس حضرات بالکل خاموش ہیں۔ مختصراً اس خاندان کے خاص خاص بعض افراد علم و عمل جاہ و جلال کے خصوصیت سے نامور اور مشہور چلے آتے ہیں۔ چک خاندان کے آخری دورے میں خواجہ حاجی بانڈے نے بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ مولانا یا صرفی کے حضور میں آکر زانوئے ادب تہ کیا۔ ظاہری علوم میں وہ کمال حاصل کیا۔ کہ درس و تدریس و جاگیرداری کے علاوہ فتوی نویسی جیسے جلیل القدر عظیم الشان عہدے کے لئے منتخب کئے گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بانڈے محلہ کنگن از اولاد مستند خواجہ حاجی بانڈی کے متحدہ خاندان سے خواجہ عبد الحکیم خواجہ مومن اور خواجہ بلاقی بھی نامور با رسوخ گذرے ہیں۔ خصوصاً خواجہ بلاقی باشندہ بلدیمر نے اس وجہ سے کہ وہ خواجہ نور الدین ایشبری کا داماد تھا۔ موئے مبارک واقعہ حضرت بل کی نگرانی نگہبانی کا تعلق پایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خواجہ نور الدین ایشبری نے ہندوستان کے ایک علاقے بیجاپور میں جاکر دوکانداری کا تعلق پیدا کر لیا۔ ایک خاص عرصہ گذار کر مرحوم سید عبد اللہ شاہ کی اولاد سے جو ان کے مدینول در متغیر الاحوال ہوئے تھے

سہ موئے مبارک کے ثبوت و اثبات کیلئے یہ بھی ایک بڑی دلیل پیش کیجاتی ہے۔ کہ میرزا قلندر بیگ جیسے قریب العہد بزرگ شخصیت کو آزاد ضلع سخنور نامور شاعر نے اس کے ورود کی تاریخ قطعہ ہذا سے نکالی ہے

زر قرضہ کے بالمعاوضہ ایک موئی شریف کا قبضہ حاصل کیا اور یہاں لایا۔ فتوحات کبرویہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ چک خاندان کے متعصب امامیوں نے بیچارے ناکردہ گناہ اہلسنت پر جو مظالم برپا کئے ہیں وہ غایت درجہ المناک ہیں اس سلسلے میں مولانا صرفی نے یہ کام کیا۔ کہ مشاہیر کشمیر کے چند مقتدر حضرات کا ایک خاص وفد متفق منتخب کر کے امامیہ اثنا عشریوں خصوصاً یعقوب خان چک کے مظالم کا عریضہ اکبر شاہ کے پیش کرنیکا ارادہ کر لیا۔ بانہال کے راستے سے جا رہے تھے۔ تو راستہ میں خواجہ حاجی بانڈے جاگیردار نے فنانگس پرگنہ کوٹھار میں ان سب کی دعوت کی اور ہر ایک کو سواری کے لئے گھوڑا بہم پہنچایا اور لاہور روانہ کیا یعقوب خان چک نے خبر پا کر مشائخ، رؤسا، اکابرین مقتدر علمائ کی گرفتاری کیلئے فوراً آدمی دوڑائے۔ وہ بھی خواجہ کے پاس آئے۔ خواجہ نے سرکاری آدمیوں کو دعوت کے بہلانے ایک دو دن قیام کرنے کا مشورہ دیا۔ اور سب کی پُر تکلف دعوت کی۔ یہاں مشاہیر کشمیر کا یہ وفد بابا فتح اللہ حقانی کے بیٹے بابا عمر حقانی کے پاس بمقام سیالکوٹ پہنچ گیا۔ بابا عمر حقانی آگے آگے چلتے تھے کہ اکبر شاہ کے دربار تک پہنچ گئے۔ خواجہ حاجی بانڈے کے قبرستان کا بڑا احاطہ والہ گری محلہ میں جناب شیخ بہاؤالدین گنجبخش کشمیری قطب عالم کے زیارتگاہ کے آس پاس واقع ہے۔

۲ محتاجان را بوقت حاجت طلبی موئی مدد است یا رسول عربی تاریخ نزول پاکیٔ ہاتف گفت کشمیر مدینہ شد از موئی نبی حضرت بل آثار شریف کے علاوہ کلاشپورہ اندرواری سورہ ڈرانگر پورہ میں بھی موئی شریف موجود محفوظ ہیں۔ چند دیہاتی علاقہ جات میں بھی مگر دس بارہ سال کی مدت سے موئی شریف کی نشاندھی کیجاتی ہے۔ جو کہ تحقیقات طلب ہیں۔

جس کے اردگرد سنگ بست صفے موجود تھے مگر چند سال کا عرصہ گذرا جب کہ
جامع مسجد سری نگر کی جدید ترمیم و تعمیر کے سلسلہ کا وقت آیا۔ تو مقبرہ مذکور کے
صفہ جات کے پتھر اکھاڑ کر جمع کر لئے گئے اور مسجد کے مرمت میں صرف کئے
گئے۔ خواجہ معظم شاہ بانڈے وغیرہ حضرات خواجہ حاجی بانڈے کے قبرستان
میں مدفون ہیں۔

شیخ لال کشمیری

مولانا صرفی جب کہ ہندوستان کے مشہور بلاد کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے
احمد آباد گجرات تک پہنچے۔ تو وہاں کے ناظر نے آپ کی مہمانداری اخاطر تواضع
کے آداب بجا لا کر ایک دن ایک خاص مجلس کو ساز و سرود قوالی سے گرما گرم
کر دیا۔ شیخ لال کشمیری نے جو کہ اپنے پیر و مرشد کی خدمتگذاری کا فریضہ
ادا کر رہا تھا۔ خوش نوا ساز و سرود سے متاثر ہو کر وجد کی حالت میں یاہو یاہو کر کے
گر پڑا۔ اور دنیاوی حیات سے ہاتھ دھو یا۔ اور احمد آباد میں دفن کئے گئے۔

مولانا حسن آفاقی

پرگنہ بھاگ کے ایک گمنام گاؤں میں آپ کا مسکن تھا۔ ظاہری علوم کی اعلیٰ دستگاہ
حاصل کر کے جناب رسول مقبول ؐ کے باطنی اشارے پر اور میاں مانک شاہ مجذوب کے ظاہری
تحریک پر خواجہ حبیب اللہ نوشہری اپنے خاص شاگرد کی رفاقت اختیار کی۔ میر محمد
خلیفہ کے پاس آگئے۔ اپنی عالمانہ خیالات سے توبہ کی۔ ارادتمندی کے دائرے میں شامل رہے
بعدہ مولانا صرفی رح کے صحبت سے کامیاب ہو۔ چنانچہ حضرت ایشان اور جامہ خود بخواجہ حبیب اللہ

میر حمزہ کریری

آٹھویں صدی ہجری کا آخری دورہ تھا۔ کہ مخدوم سید جلال الدین شیر شاہ میر سرخ بخاری کے خاندان سے ایک مشہور بزرگ نے سرزمین کشمیر کو اپنا آماجگاہ بنایا اور موضع اسکندر پورہ بانگل میں بعدہ نفس شہر سرینگر میں اکثر شاہی محلات کے سامنے اقامت اختیار کی۔ اس مشہور بزرگ کا نام مخدوم سید علاء الدین تھا جس کے خاندانی افراد میں سے حاجی مراد حاجی احمد کبیر بعدہ میر حمزہ کریری نے اپنے زمانے میں بڑی شہرت اور نیکنامی حاصل کی۔ میر حمزہ باطنی تعلیمات روحانی فیوض و برکات کا ایک سرچشمہ تھا۔ لوگ اس سے سیراب ہو رہے تھے حضرت مولانا صرفی کے علاوہ میر محمد خلیفہ کے پاس آکر ارادتمندوں کے بڑے حلقے میں شامل رہے اور اپنی شاعرانہ طبیعت کو جولان دیکر ایک بڑی کتاب آپ نے لکھی ہے۔ جسمیں اپنے پیر و مرشد مولانا صرفی کے حالات مقامات کا تذکرہ قلمبند کیا۔ خواجہ حبیب اللہ حبی نوشہری نے آپکے وفات کی تاریخ کا یہ قطعہ لکھا ہے ؎

حضرتِ میر حمزۂ والا ۔۔۔ چون برفت از جہان بیرون
طلبیدم چو سالِ تاریخش ۔۔۔ یافتم شیخ حمزۂ دانا ۱۰۲۶

و نیز میر حمزہ کی چلہ نشینی کی یہ تاریخ خواجہ حبیب اللہ سے یادگار ہے ؎

تاریخ این بگیرد طلب چون دل حبیب ۔۔۔ فرمود اہل صومعہ ہا فتح کار شد ۱۰۱۱

موضع کریری کے باشندے پیرزادے عموماً اپنے آپکو بخاری سادات کے لقب سے نامزد کرتے ہیں۔ اور اپنے نسب نامے مخدوم سید جلال الدین شاہ بخاری کے نسب نامہ سے ملاتے ہیں۔ مخدوم سید جلال الدین کے خاندانی نسب نامہ کے حالات تذکرۃ المتقی میں لکھے ہوئے ہیں

خواجہ محمد یوسف ثانی مانجو

خواجہ محمد یوسف مانجو کا مختصر تذکرہ سطور گذشتہ میں لکھا گیا ہے جو کہ قصبہ بارہمولہ میں مدفون ہیں۔ اب دوسرے خواجہ محمد یوسف مانجو کے تذکرے یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ محلہ چھوارہ میں کوہ سلیمان کے دامن سے وابستہ سکونت رکھتے تھے۔ دنیاوی ترقیات و تعلقات کے لحاظ سے آپ نے بڑا شہرہ حاصل کیا اور حضرت مولانا صرفی کے حضور میں آیا۔ معنوی اسرار کی کامل شناخت حاصل کی۔ اپنے مسکن کے صحن جناب سید محمد قاری کے زیارت گاہ کے سامنے آپ دفن کئے گئے ہیں

شاہ قاسم حقانی

تاریخی معلومات سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کے اسلاف شام کے مخیر با رسوخ افراد سے تھے۔ میر شمس الدین شامی نے دنیاوی وابستگیوں کو لات ماری۔ جناب سید علی ہمدانی کے حضور میں آکر عقیدت مندی خدمتگذاری کا ادب بجالایا۔ چنانچہ اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ روضہ کشمیر میں آیا۔ محلہ گوجوارہ میں جامع مسجد کے شرق شمال کے آس پاس مقیم رہے۔ اور آپ بلکہ آپ کے بیٹے پوتے میر محمد اسماعیل شامی خلف الصدق شاہ قاسم حقانی کو ابھی آپ نوجوان تھے

سنہ معارف الحقانی واقعات کشمیر فتحات کبرویہ وغیرہ میں آپکے خاندانی شرافت کا تذکرہ موجود ہے۔ مگر سیادت کے نام سے آپکو یاد نہیں کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ اپنے زمانہ میں علمی عملی روحانی فیوض و برکات کے لحاظ سے بے نظیر تھے۔ اور مولانا صرفی رح میر محمد خلیفہ کے مشہور خلفا میں اختصاص امتیاز کا درجہ رکھتے تھے۔

ظاہری علوم وفنون کے فاضل ترین درجات حاصل ہوئے روحانی جذبات محو استغراق خصوصاً سماع و سرود سے مطلقاً انکار کرتے تھے۔ آخر باطنی تحریکات کا وقت آگیا۔ مولانا صرفی کے حضور میں آیا۔ تواضع انکسار سے گذارش کی کہ معاف کیجئے۔ چنانچہ اپنے کرتوت سے نادم ہوکر توبہ کرلی۔ میر محمد خلیفہ شیخ فضل اللہ قادری شیخ سلیم چشتی فتحپوری۔ خواجہ جمال الدین دیوانہ سوپی وغیرہ کے بابرکت صحبت کے فیوض سے سیراب ہوا۔ روحانی ایسی تعلیم حاصل کرلی جو کہ تا دم زیست نا نہیں بھولی طریقہ نقشبندیہ، قادریہ چشتیہ غرض ہر ایک طریقہ شریفہ کی تعلیمات کے اخذ اکتساب کے متمنی رہے۔ خلافت ارشاد کے دایرے کو بخوبی وسعت دیدیا ۱۰۳۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ محلہ زیر ستان میں دفن کئے گئے ہیں حقانی پیرزادے جو کہ اپنے آپکو شاہ قاسم حقانی کے اولاد و احفاد سے تصور کرتے ہیں۔ مقبرہ مذکور میں مدفون ہیں۔

ملا حاجی گنائی

عجیب قسم کی بات ہے کہ والدین کے رکھے ہوئے نام محمد سے آپ مشہور نہیں ہوئے۔ عالمانہ لقب ملا اور حرمین شریفین کے زیارت کی بدولت حاجی ساتھ ہی خاندانی عرف عام کے لحاظ سے گنائی نے ہر ایک کتاب میں جگہ پائی۔ مولانا صرفی کا شاگرد تھا۔ تصوف و معرفت کا لذت چشیدہ بھی تھا۔ ایک خاص مدت تک سلطان قطب الدین کے شاہی مدرسہ میں جو کہ محلہ لنگرہٹہ میں موجود تھا۔ درس و تدریس کے فرایض انجام دیتے تھے۔ ملا حبیب اللہ میر عدل آپ کا شاگرد تھا۔

میر کمال الدین گنائیؒ

عاصمی گنائی خاندان کے آپ چشم و چراغ ہیں۔ اپنے محترم بھائی مولانا صرفی سے علمی فضایل کا کافی سرمایہ آپ نے حاصل کر لیا۔ ساتھ ہی باطنی رموز کی شناخت میں کامیاب ہو کر ارشاد نامہ پایا۔ چنانچہ آخوند ملا احمد بن عبد الصمد ہادی اپنی مصنفہ کتاب خوارق السالکین میں آپکے تذکرے کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ بعدِ فوت شدنِ مرشد زمن میانِ برادرانِ دیگر از روئی کمالات ظاہری و باطنی فوقیت داشتہ بر مسند تعلیم و تلقین قیام گرفت"۔ درس و تدریس کے علاوہ پیر مریدی کے مسند پر بیٹھکر علمی ادبی اور صوفیانہ روحانی ہدایات سے خواستگاروں کو رہنمائی کی محلہ ملارٹہ ، زینہ کدل میں آپ کے ورثہ موجود ہیں۔ چند پشتیں گذر کر آپ کے ورثہ سے خواجہ امیر الدین ایک مشہور نامور متمول گذرا ہے۔ جنہیں اپنے آباو اجداد کا لائحہ عمل مدنظر رکھتے ہوئے دنیاوی تعلقات اور تجارتی وابستگیوں سے کامل دخل پیدا کیا۔ اور جناب پیر عبد الغنی اندرابی کے حلقہ ارادت میں شامل رہا۔ حضرت سلطان العارفین مخدوم شیخ حمزہ کے زیارتگاہ و خانقاہ کی تولیت کا عہدہ حاصل کیا۔ ۸ ماہ صفر ۱۲۷۳ھ میں آپنے وفات پائی۔

سابقہ سطور میں خواجہ عبد الکبیر کا نام درج ہوا ہے۔ جو کہ خواجہ امیر الدین کا بیٹا تھا خواجہ عبد الکبیر نے درد آمیز ایک منقبت میں اپنے بزرگ اسلاف کا نسب نامہ لکھکر بیان کر دیا ہے کہ آپ حضرت مولانا صرفی رح کے خاندان سے نسبًا تعلق رکھتا تھا۔ اور میر کمال الدین کی ذریت سے تھے۔ خواجہ امیر الدین کی اولاد موجود ہے۔

ملہ گوجوارہ کے مزار میں ہمارہ مسجد کے آس پاس دفن کیئے گئے ہیں۔ تاریخ یوں ہوتی ہے۔

امیرالدین گنائی طاب مثواہ ◦ بنجیب دہر پور خواجہ احمد

ازیں دار فنا رخت سفر بست ◦ بہشت دوم صفر در شہر قد

نمودم فکر تاریخ وصالش ◦ سحرگاہے کہ من بودم بمعبد

سر از جنت گشید گفت رضوان ◦ امیرالدین امیر خلد آمد ۱۲۷۳ھ

خواجہ حبیب اللہ اپنے باپ خواجہ امیرالدین کی وفات کے بعد پانچ برس تک زندہ رہا ہے اور سنہ ۱۲۷۸ھ میں ایک فرزند خواجہ محمد شاہ چھوڑ کر انتقال کیا۔ خواجہ محمد شاہ بھی تجارت کے سلسلے میں بمبئی کی راہ لیگئے۔ جہاں کہ انتقال کر گئے ہیں۔ تاریخ ہوئی ہے

گوہر سال وصالش کہ بمژگان سفتم ◦ بجنان یافتہ جا خواجہ محمد گفتم

شیخ لبیب گنائی

محلہ کلاشپورہ میں آپ پیدا ہوئے ہیں۔ آخوند ملا شنگرف گنائی کلاشپوری آپ کے والد ماجد ہیں۔ آخوند ملا لوفی گنائی، حاجی ملا فیروز۔ ملا شنگرف عبدالوہاب محشی اور مخدوم بابا عثمان اوچپ گنائی آپس میں قرابت دار ہیں۔ ایک ہی خاندان کے برگزیدہ افراد ہیں۔ شیخ لبیب بھی جناب مولانا صرفی کی درگاہ میں حاضر

ھ خواجہ امیرالدین کے دوسرے بیٹے خواجہ عبدالغنی کی تاریخ وفات یہ ہے ھ

عبدالغنی کہ کان کرم بود و جان جود ◦ سال سروش گفت کہ۔ ختم کرام بود

واقعی وہ بڑا کریم النفس تھا۔ علما فقرا یہاں تک کہ قلندروں کا بہت ہی بڑا معتقد تھا باوجود تعلقات دنیاوی یادِ الٰہی کا مشغلہ آپ نے اختیار رکھا تھا۔

رہا علم و عرفان کی دستگاہ حاصل کی۔ درس و تدریس کا مخصوص شغلہ اختیار کیا۔

جناب شیخ احمد سرہندی رح

ہمارے پاس ان بزرگان دین کی نام بنام ایک مکمل فہرست موجود ہے جنکو امت اسلامیہ نے مجدد وقت تسلیم کیا ہے۔ گیارھویں صدی ہجری میں شیخ احمد سرہندی کو مجدد الف ثانی کا لقب دیا گیا ہے۔ جو کہ اپنے زمانے میں ظاہری باطنی فضایل میں اپنا جواب نہیں رکھتے ہیں۔ ارشاد و ہدایت اور تبلیغ صوری کا پایہ اس قدر بلند تھا۔ کہ وہ اپنی روحانیت سے لوگوں میں اور ملک میں بڑا انقلاب پیدا کر لیا۔ اور جو لوگ خدا سے ملنا چاہتے تھے۔ ان کو خدا کے قرب و قبولیت کے درجے میں پہنچا دے۔ اس کتاب میں کسی دوسری جگہ یہ بات تحریر میں آگئی ہے کہ مولانا صرفی نے حرمین شریفین کے زیارت سے واپس آکر ایک خاص مدت تک دہلی میں قیام فرمایا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے ملاقات کی۔ احادیث شریفہ کی اجازت اور سلسلہ کبرویہ کا ارشاد نامہ تحریر کر کے دے دیا جیسا مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی مصنفہ فارسی کتاب انتباہ میں یہ لکھتے ہیں

ے حضرت فاروق اعظم عمر رضی اللہ عنہ تک آپکے نسب نامہ ملکر جاتا ہے۔ ۹۷۱ھ میں آپ پیدا ہوئے ہیں۔ خاشع کے لفظ سے آپکی ولادت کی تاریخ نکالتے ہیں۔ اپنے والد ماجد خواجہ عبد الاحد وغیرہ سے صوفیانہ تعلیمات اجازت نامے باضابطہ حاصل کئے ہیں۔ مجددیہ طریقہ شریفہ کے موجد ہیں۔ جو کہ سلسلہ نقشبندیہ کا مشہور معروف ایک شعبہ ہے۔

میر محمد شریف گنائیؒ

جس محنت و شوق سے علم ظاہری میں آپ نے نام پیدا کر لیا تھا۔ اس سے چہار چند شوق و اشتیاق کے ساتھ علم باطنی میں کمال حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے مولانا صرفی اپنے بزرگ خدارسیدہ بھائی کے حلقۂ ارادت میں شامل رہے آپ کی ذریت موضع نارہ بل میں موجود ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی ایک صاحبزادی کے خلف الصدق کا نام محمد اسحق تھا۔ محمد اسحق کے بیٹے محمد شریف الدین اور شریف الدین کے بیٹے رشید الدین نے یکے بعد دیگرے دنیاوی تعلقات کے بڑے مشغلے میں کافی اقتدار حاصل کیا چنانچہ رشید الدین نے خواجہ محمد امین گندہ سوی کے بیٹے خواجہ ابوالخیر گندہ سوی کی صاحبزادی سے شادی کی جسکا نتیجہ جناب شیخ شاہ عبدالوہاب نوری گندہ سوی کی صورت میں نکلا۔ جناب شیخ شاہ عبدالوہاب کا شاعرانہ تخلص نوری تھا۔ اسرار الاولیا، تحقیقات امیری و جیز التواریخ وغیرہ کے مصنفین کے حوالہ جات کو دیکھکر ضرورۃً یہ کہنا پڑتا ہے کہ جناب شیخ شاہ عبدالوہاب نوری جناب مخدوم بابا عثمان اوچپ گنائی سے نسبتاً تعلق رکھتے تھے۔ مگر میر محمد شریف گنائی سے مادری تعلق کا انتساب مدنظر رکھکر میر سعد اللہ خان شاہ آبادی کو اپنے مصنفہ تاریخ باغ سلیمان میں اور زہے اتحاد حضرت صرفی است" لکھنا پڑا۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ مولانا صرفی بلا اتحاد تھے۔

بحوالہ نظام الوقایع نظام الوقایع مولوی نظام الدین محمد شاہ وازہ پوری سے یادگار رہے ہیں مولوی نظام الدین محمد شاہ افاغنہ بیٹھان شاہی کے جابرانہ دور حکومت میں جسکی نسبت بیان کیجاتی ہے

پرسیدم از خرابی گلشن ز باغبان
افغان کشید و گفت کہ افغان خراب کرد ۴۳

شیخ موسیٰ ہگیر، شیخ نوروز، شیخ بوتہ صوفی، قاضی صدرالدین جالندھری، شیخ عبدالعزیز دہلوی، خواجہ فیروز لھوسنی، بابا شنگرف ملک، خواجہ رجب، مولانا محمد لاری خواجہ محمد کاکا، شیخ محمود عاشق، شیخ احمد جندی، خواجہ محمد مراد، مولانا محمد حجام سیالکوٹی درویش محمد کشمیری، خواجہ محمد تاج الدین وغیرہ کے حالات کمالات سے سلسلہ کبرویہ کے اہل علم حضرات بخوبی واقف ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جو کہ مولانا صرفی کی خدمت میں حاضر ہو کر خدا شناسی، روحانی تعلیمات کے فیوض برکات حاصل کر کے باضابطہ اجازت نامے اور ارشاد نامے اخذ کر گئے ہیں۔

کشف و کرامات

ولایت کے حقیقی اور تحقیقی معنی کو جس مختصر مگر دلنشین معیار سے حضرت شیخ الشیوخ نے بیان کیا ہے۔ اس کا مثل بظاہر نظر سے نہیں گذرا۔ وہ یہ ہے کہ الولایۃ ھی التخلق باخلاق اللہ۔ اخلاق الٰہی سے متصف ہونے والے انسان کامل ایسے کمالات دکھلاتے ہیں۔ جو کہ مافوق العادہ نظر آتے ہیں۔ مافوق العادہ کمالات کو صوفیانہ اسلامی اصطلاح کے مطابق کشفیہ کرامات یا خرق عادات کہتے ہیں۔ گو کہ حقیقت آگاہ مبصرین کشفیہ کرامات کے اظہار کو کوئی خاص وقعت نہیں دیتے ہیں اور اسکو ولایت خدا شناسی کے با اختصاص معیار کی دلیل

؎ سنی اہل اسلام کا قرآن شریف کے آیات صحیح احادیث کے بیانات پر نظر کرتے ہوئے مذہبی یہ عقیدہ ہے۔ کہ؎ خرق عادات از نبی و ولی ہست بر فضل شان دلیل جلی
کہ کشفیہ کرامات خرق عادات کے ظہور کو قادر مطلق کی کامل قدرت کے تجلیات نیبے وابستہ رکھتے ہیں

نہیں جانتے ہیں بلکہ ایسے شاغل کو روحانی ترقیات، ربانی عنایات کا ایک کرشمہ تصوّر کرتے ہیں۔ عہد حاضر سائینس اور فلسفہ جدیدہ کے گرویدہ لذت چشیدہ اشخاص ایسی باتوں کے قطعی منکر ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ قوانین قدرت بدل نہیں سکتے ہیں یہ امر مسلّمہ ہے کہ قوانین قدرت بدل نہیں سکتے ہیں۔ اور کسی فرد بشر کو قدرت اللہ سلسلہ نظام کی تبدیلی کی طاقت نہیں ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ قدرت مجبورانہ ماتحت قوانین نہیں ہے قدرت کاملہ میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ قانون قدرت کا احاطہ نہیں ہو چکا ہے۔ حقیقت بین نگاہیں قدرت کاملہ کے عجیب و غریب مافوق العادہ نظارے دیکھتے ہیں اور دکھلاتے ہیں۔ تسخیر کے عملیات زیر مشاہدہ ہیں۔ تاثیر نگاہ بھی عملی صورت میں سامنے آجاتی ہے۔ اجذب النفس والقوی کا اثر تمام دُنیا میں پھیل گیا ہے۔ یہ ساری باتیں ہوئی ہیں۔ پھر بھی معلوم نہیں کہ وہ مقدس نفوس اور خدا رسیدہ ہستیوں کے کشف و کرامات کے کیوں منکر ہیں جب مقناطیس اور کہربا لوہے اور تنکے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ تو مقدس انسانی جذبات کی کشش و تاثیر سے انکار کیوں کیا جاتا ہے۔ یہ امر ناقابل تردید ہے کہ جن بزرگان دین اور حلقہ بگوشان اسلام کو خداوند تعالیٰ نے بادہ عرفان سے سرشار کیا ہے اور جو تزکیہ نفس سے اپنے اعمال کو پاکیزہ و شائستہ بنا چکے ہیں۔ وہ تیر از کمان رفتہ کو واپس لا سکتے ہیں۔

۲ خدا رسیدہ اولیا دراصل قادر مطلق کے صفات و تجلیات کے مظاہر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا رسیدہ اولیا کے کشف و کرامات کو متبوع نبی کے معجزات کا ایک جزو تصور کرتے ہیں مخالفین کے لئے لاجواب بتلاتے ہیں یہی کرامات ایک تردید ہو سکتی ہیں۔ زیر اثر مخلص

اولیا ہست قدرت از الٰہ   تیر جستہ باز گرداند ز راہ

حقیقت آگاہ بزرگان دین یہ کہتے ہیں کہ مولانا صرفی کی زندگی کے حالات طیبات سب کے سب کشفیہ کرامات سے مملو ہیں۔ مزید برآں کثرت سے خوارق عادات ان سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اگر ان کو تفصیل سے درج کیا جائے۔ تو ایک بھاری دفتر درکار ہے اسلئے چند ایک واقعات اختصار کی صورت میں قلمبند کئے جاتے ہیں۔

ہندوستان کے مشہور بلاد کی سیر و سیاحت میں آپ مصروف تھے۔ کہ ایک خوبصورت نوجوان لڑکے پر آپ کی نظر پڑی۔ عاشقانہ رنگ سے رنگین ہو گئے۔ کسی ایک آدمی نے تمسخراً طنز کے طریقہ پر نوجوان کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ مولانا صرفی کے پاس جا کر کیمیا گری کے فن کے سکھانے کا استدعا کرنا چاہیئے۔ نوجوان نے کل آکر یہ ساری روئیداد بیان کی۔ آپ نے جواب میں یہ فرمایا کہ میں کیمیا گر نہیں ہوں۔ اور یہ فن میں نہیں جانتا ہوں۔ مگر خدا کے فضل و کرم سے مٹی کے ٹکڑے کو ایک ہی نگاہ سے خالص سونا بناتا ہوں اور بنا سکتا ہوں۔ فی الفور حضور نے مٹی کے ایک ٹکڑے کو ہاتھ میں لیتے ہی تھوڑی توجہ ہمت کی اور خالص سونا بنا پایا۔

---

۴ عقیدتمندوں کی ارادتمندی کے مزید تصدیق و تائید کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ بہر حال قرب و قبولیت کے اظہار کا نتیجہ کشف و کرامات کے ذریعہ سے بھی ظہور میں آتا ہے اگر کسی چیز کی ضرورت ہے۔ تو وہ نقل صحیح ہے۔ ولایت مآبی کے لئے جو کہ کشفیہ کرامات کا ایک خاص مسلک ہے۔ اتباع شریعت کی از بس ضرورت ہے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ تین سو اصحاب رفقا ساتھ لیکر ایک درویش کی زیارت کے لئے تشریف فرما ہوئے۔ درویش نے کچھ تھوڑا سا کھانا پیش کیا جسکی مقدار ایک سیر سے زاید نہیں تھی۔ مولانا صرفی نے اپنے بابرکت ہاتھ سے طعام کو تقسیم کیا۔ تین سو اصحاب کو کافی مقدار کا حصہ دے دیا۔ چنانچہ تمام رفقا سادل کر کے سیر ہو گئے۔

مغازی النبی میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ مولانا صرفی ہندوستان میں بمقام نارنول سیر کرکے پہنچے ایک ولی اللہ کامل صوفی شیخ نظام الدین بارنولی سے ملاقات کی۔ ان کے بشیار خدام طالب تھے۔ اور انہوں نے بہت سے خلفا کو ارشاد نامہ لکھکر دیا تھا۔ آپ کی خدمت میں ایک طالب نے جو کہ ابھی مبتدی تھا حاضر ہو کر الحاح کیا۔ کہ مجھے حکم ہونا چاہئے کہ شیخ نظام الدین مولانا صرفی کیطرف بطور مشورہ فرمانے لگے۔ اسے شیخ یعقوب آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر اس شخص کو ہم مرشد بنائیں۔

مولانا صرفی جواباً کہہ گئے ؎

کہ او را لیاقت بارشاد نیست　　ز قید ہوا نفس آزاد نیست

ہنوز ہست در راہ حق مبتدی　　چساں مقتدائی کند مقتدی

یعنی اس شخص کو ہرگز ابھی لیاقت ارشاد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تمامی خواہشات

ؐ جب تک کامل پیر و مرشد اپنے مرید کی نسبت اہلیت قابلیت کا استحقاق نہیں دیکھتے تھے۔ تب تک ارشاد نامہ لکھکر نہیں دیتے۔ اور پیر و مریدی کے سجادے پر بیٹھنا کامل پیر و مرشد کی باضابطہ اجازت کے بغیر متصور نہیں تھا۔ یہ تو سابقہ زمانہ کی باتیں ہیں۔ آج کتنے پیر کیتنے سجادہ نشین ہیں۔ جنہوں نے پیری و مریدی کے ہدایا

سے بری نہیں ہوا ہے اور وہ ابھی مقامات سلوک میں ابتدا کرنے والا ہے۔

جب مولانا نے یہ فرمایا۔ اس شخص کو غصہ آیا۔ مجلس سے اٹھکر چلا اور پھر جاکر اپنی شیخیت کا نقارہ دیکر شہرت کی۔ خرقۂ مکر و ریا در بر کرکے مخلوق الٰہی کو گمراہ کرنے لگا۔

پنہ آر صرفی بحفظ خدائے ازیں جو فروشاں گندم نمائے

شکل و شمائل

میں ہرگز نہیں کہہ سکتا ہوں کہ مولانا صرفی کی شکل و شمائل کی قلمی تصویریں اگرچہ وہ چند اشخاص کے گھروں میں موجود ہیں یقیناً درست ہیں کیونکہ آپ شرعی ہدایات کے عملاً و اعتقاداً سخت پابند تھے۔ شریعت محمدی کے پکے سچے متبعین تصویر کشی کو نہایت مذموم و مکروہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور تصویر اتارنے کی اجازت مطلقاً نہیں دیتے ہیں۔ مگر مولانا کی جسمانی ہیئت کے بارے میں کسی خاص حد تک معتبر ذرائع سے جو کچھ دریافت ہوا۔ وہ یہ ہے کہ آپ کسی قدر بلند قامت تھے اندام متوسط۔ ہاتھ و بازو دراز، سینہ کشادہ۔ سر مبارک بڑا تھا۔ پیشانی اور اور جبین کشادہ۔ چہرے پر رعب کے آثار نمایاں تھے۔ خط و خال بحد پسندیدہ تھا

۱؎ ارشاد نامہ کی اخذ و اکتساب میں اپنی ہمت مصروف کرتے ہوئے روحانی تعلیمات کی تبلیغ کا کام انجام دیتے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں بظاہر پیری مریدی کا شیوہ صرف نذورات و فتوحات کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت اور کچھ ہے۔

ابرو گھنے محراب دار ایکدوسرے سے منقطع۔ آنکھیں بادامی سیاہ، مست آبدار موٹی اور اُبھری ہوئی تھیں۔ ڈاڑھی چار انچ کے برابر سفید۔ چہرہ بیضوی الشکل۔ رنگ گندمی خوشنما۔

عام اخلاق عادات

طفولیت کے زمانے کو بادشاہی کا زمانہ کہتے ہیں۔ بادشاہی کے زمانے میں مولانا صرفیؔ نے کھیل کود غیر معہودہ باتوں سے علیحدگی اختیار کرکے اپنی طبعی جودت کا اثر پیش کیا۔ بعدہ آپ کی ساری جوانی جذبات اور احساسات سے بھرپور جوانی تھی۔ ۸۰ سال کی عمر پہنچنے سے قبل جبکہ تصوف کے دائرے میں نہیں آئے تھے آپ نے اہل علم و شعرا بلغا کی مجالس میں شامل ہوکر اوروں سے چند قدم آگے بڑھایا۔ لیکن آگے چلکر روحانی بزرگان دین کی ترتیب خصوصاً سید علی ہمدانی اور مخدوم شیخ کمال الدین کے باطنی ظاہری توجہات کے بدولت آپ کی حالت بدل گئی۔ پیر و مرشد بن گئے۔ علما، فضلا، مشائخ، اولیا غرض ہر قسم کے لوگوں کے طبقہ جات میں آپ ہر دلعزیز رہے۔ اجنبی و دنیا پرست لوگوں کی صحبت سے سخت ہراسان اور گریزان اور سخت متنفر تھے۔ لذیذ خوش ذائقہ

---

۵ بڑی خصوصیت کی بات ہے۔ کہ ہندوستان کے مشہور بلاد کے علمی اداروں میں ابتدا سے لیکر آپ کے اخلاق عادات اور خاص خاص کمالات کا غیر محدود وسیع شہرہ دایرہ و سایہ ہو رہا ہے۔ شہرت کی وجوہات بھی کثرت سے موجود ہیں۔ جناب امام ربانی شیخ احمد سرہندی جیسے مشہور معروف ولی اللہ فاضل اجل مجدد الف ثانی بھی آپ کے

خورد و نوش سے اور دنیا طلبی کی مصروفیتوں سے دست کش رہے۔ فقیرانہ زندگی آپ نے اختیار کی۔ عموماً روزہ رکھتے تھے۔ آج تو لوگوں کو مشکل سے یقین آئیگا لیکن معتبر حوالہ جات کی بناء پر دریافت ہوا۔ کہ متصل بیس بیس تیس تیس دنوں تک روزہ رکھتے تھے۔ تمام عمر شریف میں آپ نے کبھی کوئی چیز کسی سے مانگ کر نہیں کھائی۔ جس دن گھر میں کھانے کا کچھ سامان نہ ہوتا۔ بہت خوش ہوتے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ آج ہمارے گھر میں درویشی کی بو آئی ہے۔ خدام، خلفا، احباب بطور تحفہ جات ہدایا جو کچھ پیش کرتے تھے۔ تھوڑا سا حصہ اپنے ذاتی اخراجات کے لئے صرف کرتے تھے۔ باقی کو حاضرین فقرا۔ رفقا اور غربا میں تقسیم فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ حاضرین اور مہمانوں کی خاطر تواضع کے لئے آپ نے باضابطہ لنگر خانہ جاری رکھا تھا۔ رنگدار یا باریک چمکدار قیمتی لباس سے آپ کو کلی نفرت تھی۔ چوغے۔ عبا اور قمیض کرتے زیب تن فرماتے تھے۔ فیاضی ایثار کا یہ حال تھا۔ کہ کوئی سائل سوال کرتا۔ تو چوغہ۔ عبا، کرتا جو کچھ بدن پر ہوتا اتار کر دیتے تھے۔ باوجود عظمت و شان کے نہایت درجہ بے تکلف متواضع، متحمل خاکسار تھے۔ حضرت ایشاں آپ کا خاص لقب تمام لوگوں کی زبان پر مشہور ہوگیا۔ اور اس لقب نے یہاں تک شہرت، مقبولیت اختیار کر لی تھی۔ کہ آپ کے اصل نام سے لوگ ناواقف ہوگئے

م تربیت یافتہ تھے۔ اخوند ملا عبدالقادر بداؤنی مشہور مورخ ہند آپکی حق بجانب مدح ثنا گوئی میں رطب اللسان ہیں۔ اکبر کو جانتے ہو۔ جس نے مغلیہ خاندان میں ابو المظفر شہنشاہ معظم اکبر اعظم کے القاب و آداب سے کافی شہرت حاصل کیا تھا۔ وہ بھی مولانا صرفی رح کی فصاحت و بلاغت کا معترف تھا۔ اور متواتر دفعات پر

ہر فرد بشر آپ کو اسی لقب سے یاد کیا کرتا ہے۔

ہمعصر بزرگانِ دین

سنہ ۹۲۸ھ (۱۵۲۱ء) سے لیکر سنہ ۱۰۰۰ھ (۱۵۹۵ء) یعنی پچھتر برس کے طویل زمانے تک سرزمین کشمیر میں عجیب عجیب قسم کے ملکی انقلابات، بڑے بڑے صدمات[2] رونما ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی سنہ ۹۶۲ھ میں جس زور کا مسلم باشندگان کشمیر کو مذہبی ملکی شدید صدمہ پہنچا وہ ہر صورت میں ناقابل برداشت تھا۔ یہی زمانہ تھا کہ چک خاندان کے اولوالعزم مشہور با جبروت آدمی غازی خان نامی نے اپنی جابرانہ جودت سے اور مذہبی تعصب سے کام لیتے ہوئے اسلامیہ سلاطین کشمیر شاہ میری خاندان کی عملداری کو مٹا کر اپنی حکومت بلکہ اپنے خاندان کی ملک داری کا ڈنکا بجایا۔ غیر معتدل یہ عملداری سنہ ۹۹۴ھ تک برابر قائم ثابت رہی۔ بعدہ ریاست ہذا کے حاکمانہ نظم و نسق کی باگ ڈور شہنشاہ جلال الدین اکبر الوالمظفر کے ہاتھ میں آئی۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن بزرگان دین، اولیا، علما، سادات کے علم و عرفان کی حقیقت شناسی اپنی اوج و شان کے ساتھ بخوبی نمایاں بلکہ تاباں رہی

۲ آپکے خدمتمیں اکبر نے گذارش کی۔ کہ آپ بھی علمی اہل دربار کے مخصوص زمرے میں منسلک رہیں مگر آپ اسوجہ سے علانیۃً صراحۃً انکار کر گئے ہیں۔ کہ دربار میں ابوالفضل فیضی۔ ٹوڈرمل بیربل حکیم ہمام ابوالفتح شیرازی ملا محمد یزدی وغیرہ خوشامد گو لوگ موجود تھے۔ جنہوں نے اکبر شاہ کے دربار کو دینیات مذہب کے لحاظ سے درہم و برہم کر دیا تھا

جناب بابا فتح اللہ حقانی - مولانا میر رضی الدین، صدر المدرس، حافظ بصیر خندو
بونی، میرابراہیم قاضی، قاضی میر موسی شہید، ملا محمد آنی، سید احمد کرمانی، قاضی
حبیب اللہ خطیب جامع، اخوند ملا فیروز گنائی، مفتی محمد یوسف الماس، اخوند ملا
جوہر ناتھ، محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ، میر میرک اندرابی، بابا ہردی ریشی اسلام آبادی
آخوند ملا شمس الدین مال، مخدوم حاجی احمد قاری قریشی - میر اسماعیل شامی قادری
شیخ بابا داؤد خاکی خواجہ محمد طاہر رفیق اشائی - بابا علی والی، بابا مسعود سہروردی
میر مبارک خان بیہقی۔

اسی پُر آشوب زمانے کے بہترین یادگار ہیں جو کہ ادب و دینیات عالمانہ
فضل و کمال اور روحانی فیوض برکات کے مالک تھے۔

فانی دنیا سے انتقالِ پُر ملال

یوں تو سارے لوگ مرتے ہیں - اور مرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں
بیش نظر جاوید زندگی کا درجہ وہ لوگ حاصل کر گئے - جنہوں نے ذکر
خیر بقائے نام کی بہترین یادگاریں چھوڑ دی ہیں - آخر وہ دن آگیا کہ مولانا
[illegible] کو دنیا دار[illegible]ں کے نظروں سے پوشیدہ ہونا پڑا - مگر ذکر خیر اور نیک
نام کی بقا آپ کے مجموعی مساعی حسنہ سے وابستہ ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ٹھیک اس زمانے میں جبکہ بعہد اکبر شاہ نواب قلیچ خان ناظم کشمیر ہو کر آیا تھا
آپ نے بتاریخ ۱۲ ماہ ذی قعدہ ۱۰۳۰ھ یوم پنجشنبہ انتقال کیا جو کہ شریعت

طریقت والوں کیلئے ایک سانحہ عظیم تھا۔ مشائخ اولیا برگزیدہ مشاہیر کشمیر کے ہر فرقہ اور ہر فرقہ کے ہر فرد نے آپکے انتقال پر جو کہ مرشدِ عالم و عالمیان کے لقب سے مشہور تھے۔ ماتمداری کا اظہار کیا۔ آپکے الم انگیز وفات کی تقریب پر نوحے مرثیے اور تاریخی قطعات لکھے گئے ہیں۔ چند تاریخی قطعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

شاہ یعقوب قطب مرشدِ ما	قدس اللہ ربنا روحہ	
کردہ روشن دلِ مریدان چو	بود بر چرخ فیض بخشی مہ	سوئی عرشِ بریں نمود عروج
بر براقِ اجل چو شد ناگہ	چشمِ ظاہر اگرچہ محروم است	دیدۂ باطنم برد آگہ
آمدے آمدے ولے نخواہد مرد	فھو حیٌّ یکون فی الجنۃ	چون فنائی اللہ آمدہ و حشر
شد موصوف از بقا باللہ	گفت حبی بسالِ تاریخش	پنج و ہفتاد سالہ آن شہ

ایضاً

شیخ یعقوب صرفی از دنیا	ارجعی خواند و رفت در مینو	سنہ وصل و عمرِ مولودش
کرد موزوں حسن ز طبع نکو	شیخ حی زاد و کرد عمر عجب	رحلتش افضل انام بگو

ایضاً

شاہ یعقوب آن چراغ منیر	کہ ازو روشن است خانۂ دین	اول از فرو خفتش خلد بجہان
آخرش برد سوئی خلدِ برین	سالِ تاریخ نقل حبی گفت	اول و آخر چراغ ببین

مولانا صرفی رحمہ کی وفات کی تاریخیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ مگر بمد نظر صدہا چند قطعات پر بصورتِ اختصار کفایت کی گئی ہے۔

تعمیر مقبرہ متبرکہ

جناب شیخ نورالدین ریشی حضرت سلطان مخدوم شیخ حمزہ اور دیگر بزرگ مشاہیر کشمیر کی زیارتگاہیں ایسی عالیشان خوبصورت بنی بنائی ہوئی ہیں۔ جو کہ اُن کی تعمیر و ترمیم میں اور اُن کے بانقش و نگار بنانے پہ ہزاروں کی کیا بات لاکھوں روپے صرف ہو گئے ہیں۔ ثابت شدہ یہ امر ہے۔ کہ یہ مزارات اُن حضرات کی وفات کے بعد تعمیر ہوئے ہیں۔ کسی محترم بزرگ نے اپنی مستعارہ حیات کے زمانے میں اپنا مقبرہ تعمیر نہیں کرایا ہے۔ یا اُسکی عمارت کی اجازت نہیں دی ہے۔ نہ ظاہری نمود نمائش آرائش پسند کرتے تھے۔ جو کچھ ہُوا۔ بعد میں ہُوا۔ مولانا صرفی کی زیارتگاہ کی عمارت بھی اُن کے انتقال کے بعد ایک خاص مدّت گذر کر قائم کی گئی۔ جس کی کیفیت یوں بیان کیجاتی ہے۔ کہ محلہ زینہ کدل کے شرقی حدود سے تھوڑے فیصلہ پہ گذر کر جناب شیخ شاہ عبدالوہاب نوری کے محدود قبرستان کے سامنے مولانا صرفی کی زیارتگاہ واقع ہے۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں کہ مولانا صرفی کے آباد اجداد کے تعمیرات رقبہ جات موجود تھے۔ بلکہ میر محمد عاصمی گنائی اور دیگر خاندانی افراد بھی ایک خاص عرصے تک وہاں سکونت رکھتے تھے۔ ہر چند کہ چند مخلص احباب نے یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ مولانا صرفی کے نعش مبارک کو کسی اور مقام میں دفن کیجائیگی۔ لیکن میر محمد عاصمی گنائی نے اپنی جانشینی کے فرائض بجالاتے ہوئے آپکو اپنی موروثی زمین میں دفن کیا۔ جہاں کہ ایک محدود حلقہ بحیثیت مقبرہ بھی بنوایا۔ مقبرہ کی کم و بیش ہر مرمت بعد میں اہالی محلہ احباب خدام کی جد و جہد کی بدولت ہوئی ہے۔ بالخصوص میر حسین شاہ قادری

عالی کدلی نے اہل شہر سے زر چندہ وصول کر کے مرمت مذکورہ کا ہنگامہ برپا کر دیا
ساتھ ہی ایک خانقاہ بھی ہاں موجود ہے جسکی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ مولانا
صرفی کے زمانے میں تعمیر ہوئی تھی۔ مگر خوارق السالکین کے مشہور مصنف کا یہ قول
مدنظر رکھنا چاہیے۔ کہ مولانا صرفی کے اہلیہ نے لیکن اُن کی وفات کے بعد اپنی تمام زیورات
کو فروخت کر کے خانقاہ کی عمارت بنوائی۔ حاجی عبدالسلام قلندر کے جانشین
جناب بابا محمد میرزا شونٹھو جو کہ مولانا صرفی کے ہمقوم خاندان سے نسباً تعلق
رکھتے تھے۔ مسجد خانقاہ زیارتگاہ کی نگرانی نگہبانی کے فرائض بجا لاتے تھے
موجودہ زمانے میں جناب شیخ شاہ عبدالوہاب نوری کے پوتے پڑپوتے یہ فرائض انجام
دیتے ہیں۔ تقریباً دو اڑھائی سو سال کا عرصہ گذرا۔ کہ جناب حاجی عبدالسلام
قلندر کے زمانے سے بلکہ اُن کی تحریک و ترغیب کی بناپر خاص خاص حقیقت آگاہ
بزرگان دین ہر سال جناب مولانا صرفی کے روزِ وفات ۱۲ رماہ ذی قعدہ اور جناب
امام العالم امام ابوحنیفہ کے روزِ انتقال ۴ رماہ شعبان کے تقریب پر جناب
مولانا صرفی کے خانقاہ میں بڑی خصوصیت سے جمع ہوتے تھے۔ مولود خوانی کی
مجالس منعقد کیجاتی تھی۔ مناجات۔ نعت۔ غزلیات اور منقبت خوانی کا
مشغلہ طے کیا جاتا تھا۔ جو کہ روحانیت نسبت درد سوز گداز وجد وحال کی
توجہات کیلئے ایک خاص اور باا ثر تحریک تھی۔ یہ تو اُس زمانہ کا حال تھا جبکہ
خاص بھی اور عام بھی غرض سب کے سب مسلم باشندے مذہب تہذیب اخلاق ربانی
جذبات کا لحاظ اور بزرگان دین کی عزت تقدس آپ وجوں کی عظمت مدنظر
رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اُن کی منعقدہ مجالس و محافل کے فیوض و برکات وقتاً فوقتاً

رونما تھے - مگر اب بالکل رنگ بدل گیا - نہ وہ ساقی رہا - نہ وہ مے - اور نہ رونق باقی رہی - نہ باطنی نسبت - بجز شور و غوغا کے اور کچھ نہیں ہے - گویا یہ وہ وقت ہے جو کہ اس کلام شریف کا مصداق بن گیا - ع ذھب الصلحوٰت الاول فالاول فلا یبقی الا کحفالتہ الشعیر

محدود زیارتگاہ کے سامنے دس بارہ گز کے فاصلہ پر جناب شیخ عبدالوہاب نوری محدود قبرستان کی چاردیواری واقعہ ہے - جو کہ میرزا اکمل الدین محمد کامل بیگخان بدخشی کے خاص خلیفہ تھے - جناب میرزا اکمل الدین کے پیران طریقت یہہ ہیں (۱) جناب خواجہ حبیب اللہ عطار (۲) قطب وقت خواجہ یعقوب اردلی سازہ گری پوری (۳) شاہ قاسم حقانی (۴) حضرت مولانا شیخ یعقوب صرفی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

خاندانی افراد

سرزمین کشمیر کے احاطے میں کثرت سے وہ لوگ پائے جاتے ہیں - جو کہ سینہ بسینہ بلا حوالہ کتاب سنی سنائی باتیں پیش کر کے اپنے آپکو حضرت مولانا صرفی کے خاندانی افراد سے تصور کرتے ہیں - لیکن راقم نے غیر موثق مسموعات کو نظرانداز کر کے وہ ترتیب قایم کی - جس کے تسلیم کرنے میں اہل تحقیق کو بظاہر تامل نہیں ہے چند افراد کے مختصر تذکرے پیش کئے گئے ہیں - جن کا حوالہ کتاب میں موجود ہے

ملا محسن فانی | محلہ قطب الدین پورہ یعنی گرگاڑی محلہ میں آپ سکونت رکھتے تھے جناب مولانا صرفی کے آپ بھتیجے تھے - علم جوانی میں تھے - کہ معقولات و منقولات ادبیات میں اور شعر و سخندانی کے بہترین فن میں آپ نے بڑی دسترس حاصل کی تھی - شہزادہ دارا شکوہ کے علمی ادبی ہمنشینوں کے بڑے زمرے میں

جگہ پائی۔ شاہی اہل دربار میں منسلک رہا۔ آخر الامر صدارتِ کشمیر جلیسے ممتاز با قتدار
عہدے کیلئے مامور کئے گئے۔ قابلیت حریت پسندی کا جوہر پیش کیا۔ صوبہ الہ آباد
کی صدارت کی اسامی کیلئے ایک خاص مدت گذر جانیکے بعد آپکا نام انتخاب میں آگیا۔
انتخاب بھی حد سے بڑھکر مقبول ہوا۔ شیخ محب اللہ درویش الہ آبادی کے درگاہ تک
آمد و رفت کا تعلق پایا۔ اسی اثنا میں آپنے بلخ کی راہ لے لی۔ نذر محمد خان کی دربار میں
آتے ہی بڑا اعزاز اور بڑی قدر و منزلت پائی۔ دو سال کی مدت گذر کر نذر محمد خان
ابو المظفر شاہجہان کے شاہی عتاب کی زد میں آیا۔ ملا محسن فانی نے مجبور ہو کر
بلخ کو خیرباد الوداع کہا۔ اپنے وطن میں آکر دریائے بہت کے کنارے پر اپنے مسکن میں
مقیم رہا۔ درس و تدریس کے مشغلے میں آپ کی توجہ بخصوصیت مبذول رہی۔
ملا محمد طاہر غنی اشائی محمد زمان نافع اشائی خواجہ قاسم ترمذی اخوند ملا رحمت اللہ
آپکے خاص شاگرد تھے۔ شاعرانہ طبیعت سے کام لیکر آپنے شعر و سخندانی میں نئی روح پیدا
کی متشرع غیر متشرع مذاہب ادیان کی شناخت میں آپنے ایک نیا طریقہ اختیار کیا
تھا۔ اور نئی روش کے اصول وضع کئے تھے۔ جس کا مدعا یہ تھا۔ کہ ایک مذہب کے
باتوں کو دوسرے مذہب کے باتوں کے مقابلے سے تنقید و تبصرہ کا انکشاف کیا جاتا ہے
یہ ساری باتیں دبستان المذاہب کے کتاب میں آپنے درج کی ہیں۔ مختلف مذاہب
ادیان کے تعلیمات کی غیر محدود وسیع شناخت نے علاوہ اس کے شاہزادہ دارشکوہ کی
صحبت نے آپکو آزاد خیال بنایا تھا۔ یہاں تک فلسفیانہ خیالات توہمات سے آپکا شغف فطرت
ثانیہ کے حد تک پہنچ چکا تھا۔ عقاید اور مذہبی عملیات میں آپنے صلح کل مرنجان
مرنج پالیسی اختیار کر لی تھی۔ آخر جناب میاں محمد امین ڈار کے خدمت میں ایکدن آیا

مجلس میں حاضر رہا۔ روحانی جذبہ پایا۔ منتشر خیالات کا شیرازہ درہم برہم پا کر پوری ندامت سے توبہ کی۔ ۱۰۷۶ھ میں آپ نے آخرت کا راستہ لے لیا۔ گورہ گاڑی محلہ میں زیر دیوار غربی خانقاہ دار اشکوہ دفن کئے گئے ہیں۔ وقت الوفات آپ نے اپنے انتقال کی تاریخ یوں بیان کی۔ "رفت فانی بعالم باقی"

چند اشعار آپ کے شاعرانہ طبیعت کے نتائج ہیں

ازبسکہ دل زدامن تر آب میخورد ۔۔۔ مے میکند تصور اگر آب میخورد

پیوستہ گرم سیر جہاں در پے ہم است ۔۔۔ شب بادہ ہر کہ خورد سحر آب میخورد

زاہد بسر زنش نہ چہ روتن بمیدہد ۔۔۔ نخلی کہ خم شود نہ ثمر آب میخورد

مردان چو ترک کنند آب از جوی تیغ تیز ۔۔۔ نامرد ہم ز جوی سپر آب میخورد

در مجلس شراب دماغش نمی رسد ۔۔۔ فانی بجائے بادہ مگر آب میخورد

ایضاً

سرو استادہ بہ چہ تو رفتار میکنی ۔۔۔ طوطی خموش بہ چہ تو گفتار میکنی

کس دل باختیار بمہرت بمیدہد ۔۔۔ دامے نہادہ کہ گرفتار میکنی

از خود چہ فتنہ کہ بچشمان ترک مست ۔۔۔ تاراج عقل مردم ہشیار میکنی

از دوستی کہ دارم غیرت نمی برم ۔۔۔ خشم آیدم کہ چشم باغیار میکنی

با دشمنان بصلح و با دوستان بجنگ ۔۔۔ یاری نباشد آنکہ باغیار میکنی

شیخ شمس الدین گنائی اوائل میں آپ محلہ کلاشپورہ میں نالہ مار کے کنارے پر سکونت رکھتے جوان تھے۔ کہ محلہ رعناواری میں آپ نے ایک شریف خاندانی لڑکی سے شادی خانہ آبادی کا تعلق پیدا کرایا۔ رشتہ داری کی وابستگی غالب آگئی۔ کہ کلاشپورہ سے نقل حرکت

کر کے خسر خانے میں رہائش اختیار کی۔ درس و تدریس صوفیانہ وضع کے مشاغل اختیار کر کے علمی شاگردوں کے علاوہ خدام خلفا کا دائرہ وسیع بنایا۔ جناب خواجہ محمد طاہر رفیقو اشائی کے حضور میں آکر بیعت کا ہاتھ دیدیا۔ اہل و عیال کے ضروریات فقیرانہ متوکلانہ طریقہ سے پورا کرتے رہے۔ خواجہ رفیقو اشائی کے علاوہ خاص اولیا کے صحبت کا استفادہ حاصل کیا۔ آپکے خاندانی انتساب کے بارے میں بہت بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ آپ حضرت الیشان کے بھتیجے یا چچیرے زاد بھائی ہیں۔ مگر حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ آپ اور مولانا صرفی آپس میں قرابتدار ہیں اور ایک ہی خاندان کے افراد ہیں۔ ملا محمود الشریف آپکے خلف الصدق ہیں۔ سنہ ۱۰۵۰ھ میں آپنے وفات پائی۔ ملہ گواہ کے عام قبرستان میں دفن کئے گئے ہیں۔

ملا حیدر پشلاقی	عرف عام میں آپکے نام مبارک کے ساتھ پشلو کا لفظ استعمال کرتے ہیں

پشلو اصل میں تیرانداز کو کہتے ہیں۔ آپکے والد ماجد کا نام مبارک ملا محمد مراد تھا۔ ملا محمد مراد کے باپ ملا محمود الشریف نے اپنی ذاتی قابلیت کے لحاظ سے بہت ہی بڑی شہرت نیکنامی حاصل کی تھی۔ ملا حیدر بھی اپنے باپ کا قابل جانشین ثابت ہو۔ وہ بھی حافظ حسن اعمی اخوند ملا نازک ناشونی نقشبندی سے علمی فضایل روحانی تعلیمات میں خاص سرمایہ حاصل کر گئے ہیں۔ خواجہ خضر کی متواتر ملاقات کے فیوض و برکات سے خاص دلچسپی لے لی۔ سنہ ۳۴ اھ میں آپکا انتقال ہوا۔ اپنے والد ماجد کے قبرستان میں دفن کئے گئے ہیں۔

شیخ عطاء اللہ گنائی	عدالت العالیہ کے داروغہ شیخ مومن نام نے دو بیٹے

محمد مقیم اور شیخ عطاء اللہ چھوڑ کر فانی دنیا سے انتقال کیا۔ محمد مقیم جناب شیخ

رحمت اللہ تارہ بلی کے والد ماجد ہیں۔ شیخ عطاء اللہ علاوہ شاہانہ عہدہ داری کے میرزا اکمل الدین کامل بیگخان بدخشی کی عالیشان درگاہ سے تعلق پاکر صوفیانہ تعلیمات و تلقینات کا فیض حاصل کر گیا۔ وجدانی کیفیت پیدا کرنیوالے شعر بھی کہہ گئے ہیں۔ یہ بھی فرماتے ہیں۔ رباعی :-

ای آنکہ بخواب غفلت ہمہ شب خمیدہ باشی
فردا ز صبح صادق اثری ندیدہ باشی
رہ وصل و نمایان نشود بقطع منزل
چو ز خود رمیدہ باشی بخدا رسیدہ باشی

شیخ رحمت اللہ تارہ بلی | علامہ متقی کے القاب آداب سے مشہور ہیں۔ ابتدا میں اپنے باپ سے بعدہٗ ملا محسن کی خدمت میں حاضر ہو کر زانوئے ادب تہہ کیا۔ ترقی پسند دماغ کے بہترین خیالات کو وسعت دیتا رہا۔ عالمانہ رنگ سے رنگین ہو گئے۔ مطالعہ کتب یعنی غور فکر تحقیقات کا تبحرہ آپ کے ضروری مشاغل میں شامل تھا۔ مشہور مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ بے شمار طلبا آپ کے درسگاہ میں آکر استاد بلکہ استاد الاساتذہ بنکر نکلے۔ جناب سید علی ہمدانی کی نورانی روحانیت سے تعلق اور نسبت پیدا کرکے باطنی راز و رموز کے بڑے سرمایہ کے مالک بن گئے۔ سید حسن کبروی باشندہ پہکلی اور خواجہ عبد اللہ زیونی کے حضور میں آئے۔ اخوت صحبت کا فیضان کیا۔ روزمرہ خانقاہ معلی جیسی بابرکت عبادتگاہ میں حاضر ہو کر تہجد کی نماز ادا کرتے تھے۔ خانقاہ معلیٰ کے دروازے پر پہونچتے ہی عقیدتمندی اور عاشقانہ حیثیت سے آپ ایسے حرکات بجالاتے تھے۔ جو کہ علاوگی کے وضع و طرز سے نہایت ہی بعید پائے جاتے تھے۔ ایکدن کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک سایل نے آپکے پاس آکر التماساً گذارش کی۔ کہ خانقاہ کے دروازے پہ پہونچکر اُس کے چوکھٹ

یا اُس کے آستانے کو بوسہ لگانا اور اپنا چہرہ اس پر رکھنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے
آپ نے جواباً یہ فرمایا۔ کہ ایسے حرکات کا مرتکب ہونا نامناسب نہیں ہے۔ ممنوع ہے۔
سایل چشم براہ نگران رہا۔ کہ خانقاہ معلیٰ کے دروازے پر کب آپ تشریف فرمائینگے
اور کس انداز سے یہ حرکات کئے جائینگے۔ اسی اثنا میں سایل نے اپنے مدعا کے
مطابق موقعہ پایا۔ اور ایسے حرکات کے ارتکاب کیوجہ دریافت کی۔ آپ بھی جواب دیتے
ہوئے یہ کہہ گئے ہیں۔ کہ اس بابرکت عبادتگاہ کے دروازے سے جسقدر فیوض و
برکات کا سرمایہ مجھے مل گیا ہے۔ وہ تو مجھے ایسے حرکات کے ارتکاب کیلئے مجبور بے اختیار
بناتے ہیں۔ ساتھ ہی سایل نے رات میں خاص واقعہ دیکھا۔ کہ جناب سید علی
ہمدانی کی روحانی نورانیت مکشوف ہوئی۔ جناب سید نے سایل کیطرف اشارہ
کرکے فرمایا۔ کہ میرے سچے عاشق کو اپنی عاشقانہ حرکات کے ارتکاب سے منع نہیں
کرنا چاہئے۔ یہ تو رات کا واقعہ تھا۔ کل سویرے سایل آپکے پاس آکر عذر خواہی
کرکے نکتہ چینی سے باز آیا۔

عرض میر محمد میر مومن داروغہ عدالت شیخ حسن ملا محمد مقیم کہتے ہیں۔ کہ
عاصمی گنائی سے لیکر یہ سارے بزرگ محلہ زینہ کدل میں جناب مولانا صرفی کی زیارتگاہ کے
آس پاس بود و باش رکھتے تھے۔ ملا رحمت اللہ مدہی نے اولاً زینہ کدل کے مقام
نقل و حرکت کرکے ناوپورہ میں رہایش اختیار کی۔ ایک خاص مدت گذر کر تباہ کن
سیلاب کے صدمات نے آپکے دولتخانہ کو منہدم کردیا۔ جسکی بنا پر آپ کو نئے مکان کی
تعمیر و تجدید کی فکر دامنگیر ہوئی۔ بابا محمد قاسم عیسوی تارہ بلی اپنے محترم دوست کے
مشورے سے محلہ تارہ بل میں آکر ایک ایسے گھر سے آپنے سکونت کا تعلق پیدا کرلیا۔

جو کہ دیو جنیات کے زیر اثر تھا۔ مگر ملا رحمت اللہ کی بود و باش نے دیو جنیات کی
تاثیر و تصرف کا صدمہ کلیتہً زائل کر دیا۔ ۱۰۶۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔
جناب قطب العالم شیخ بہاء الدین گنج بخش کے مقبرہ متبرکہ میں شمالی کونے کے
آس پاس آپ سپرد خاک کئے گئے ہیں۔

ملا جمال الدین پشلو موضع ڈاڈہ اوڈرہ میں جناب بابا بایزید شمہ ناگی کی
مشہور زیارتگاہ واقع ہے۔ جس کے صحن میں اخوند ملا جمال الدین پشلو کا مقبرہ
موجود ہے۔ اخوند ملا رحمۃ اللہ پشلو اخوند ملا جمال الدین پشلو کے والد ماجد ہیں
ملا جمال علمی کمالات کا سرچشمہ تھا۔ تجوید قرات عشرہ ادب دینیات غرض ہر رنگ
ہر مسلک میں اپنی فضیلت شناسی کا کمال آشکارا کر دیا۔ خواجہ اسحاق قاری عرف
دندرو اور شیخ القراء قاری محمد عمر کے درسگاہ کو ایک خاص مدت کیلئے آپ نے
اپنا مقام بنایا۔ ڈاڈہ اوڈرہ کی ایک پرانی مسجد میں توقف فرما کر قرآن مجید کے
درس کا شغل اختیار کیا۔ عزلت نشینی زاہدانہ زندگی کو رجحان دیدیا۔ ۱۰۹۸ھ
کے وبار عام میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ملا ثناء اللہ ملا حیدر دو بیٹے آپکے ہیں۔

شیخ محمد اکبر ہادی تارہ بلی محلہ تارہ بل میں آپ سکونت رکھتے تھے۔ آپکے والد ماجد
شیخ محمود تارہ بلی نے عالمانہ رنگ سے رنگین ہو کر امتیاز اختصاص کا درجہ حاصل کیا تھا
یہاں تک کہ میر محمد میرک ثانی کے صاحبزادے میر عبدالسلام اندرابی کی صاحبزادی
شریفہ بانو سے مواصلت کا رشتہ نکاح کا پیدا کر لیا۔ جس کا نتیجہ شیخ محمد اکبر اور
شیخ محمد مقیم کی صورت میں نکلا۔ شیخ محمد اکبر ۱۰۵۳ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔

۵ ہدیۃ القرا تحفۃ القرا یہ دونوں منظوم کتابیں خواجہ محمد اسحاق دندرو کی مصنفہ یادگار ہیں
خواجہ اسحاق اپنے وقت میں علم تجوید قراءت عشرہ وغیرہ میں یکتائی روزگار تھے۔ کثرت سے آپکے شاگرد موجود تھے
۱۰۶۷ھ میں آپکی روح شریف قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اپنے اسلاف کے مقبرے میں جو کہ مزار بلہ گوارہ میں واقع ہے۔ اور دندرو مزار سے مشہور ہے۔ دفن کئے گئے ہیں

خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے آپ کی ولادت کی تاریخ فقرہ ھذا شیخ اکبر ھادی سے نکالی ہے ۔ اپنے نشو و نما کیلئے آپ نے ایک صحیح ماحول پیدا کر لیا۔ شیخ رحمۃ اللہ تارہ بلی کے بڑے مدرسے میں حاضر ہو کر علم پڑھا۔ خواجہ اسحاق قاری عرف و ندرو اپنے خسر کے پاس حاضر باش رہا۔ تجوید قراءت عشرہ اور قرآن خوانی کے فیوض و برکات کا سرمایہ حاصل کیا۔ رسمیہ علوم و فنون کے بقدر استعداد مدارج اخذ کر گئے شیخ محمد اشرف فتحکدلی کے حضور میں آپ نے آمد و رفت کا تعلق پیدا کر لیا۔ والدہ ماجدہ نے اس بات کی اطلاع پاتے ہی شکایت کرتے ہوئے یہ کہا۔ کہ ہمارے خاندان کی پیری مریدی حضرات قادریہ سے وابستہ ہے۔ اور تمہارے اسلاف سلسلہ کبرویہ کے زمرے میں منسلک تھے۔ اب قادریہ کبرویہ دونوں سلسلے کو چھوڑ کر سلسلہ سہروردیہ کا اختیار کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ حضور رسول مقبول ؐ کے پاس اس بات کا شکوہ کرنا چاہتی ہوں۔ شیخ محمد اکبر اپنے والدہ ماجدہ کی رنج آمیز یہ باتیں سنکر تردد اضطراب میں پڑے۔ یہ تو دن کا تذکرہ تھا۔ والدہ ماجدہ نے رات میں ایک واقعہ دیکھا۔ واقعہ کی نوعیت یوں بیان کیجاتی ہے۔ کہ خاص خاص مشایخ حضرت محبوب سبحانی حضرت محبوب العالم شیخ محمد اشرف کی ایک مجلس منعقد ہوئی ہے۔ مجلس کی صدارت پر جناب رسول مقبول ؐ جلوہ افروز ہیں۔ حضور رسول مقبول ؐ محمد اکبر کو ہاتھ پکڑتے ہوئے حضور محبوب سبحانی کے سپرد کیا ہے۔ حضور محبوب سبحانی نے محمد اکبر سے دریافت کیا۔ کہ آپ کہاں کے باشندے ہیں۔ محمد اکبر نے جواب میں یہ فرمایا۔ کہ میں کشمیر کا رہنے والا ہوں۔ حضور محبوب سبحانی کشمیر کا نام سنتے ہی جناب محبوب العالم کے سامنے آگئے۔ اور تاکیداً یہ فرمایا۔ کہ اِس نوجوان کو

آپ تربیت کیجئے۔ حضرت محبوب العالم نے شیخ محمد اشرف فتکدلی کو خطاب کرکے یہ فرمایا۔ کہ این جوان بتو سپردم بہ تو منت نہادم یہ ساری وبدادایک واقعہ کی صورت میں پیش آگئی۔ جو کہ بڑی حقیقت پر مبنی ہے۔ کہ کل آپکی والدہ ماجدہ کو کامل تسلّی ہوئی۔ شیخ محمد اشرف کو گھر میں دعوت کرکے بلائے۔ اور محمد اکبر کی تربیت آپکو تفویض کی۔ آخر پیر دمرشد کی تربیت میں یہ اثر تھا۔ کہ مرید بھی خدمت گذاری کے آداب بجالاتے ہوئے اپنے مقاصد میں کامیاب رہا۔ ارشاد نامہ پایا۔ سنہ ۱۲۴۳ھ میں آپ نے اپنے احباب کو داغ مفارقت دیدیا۔ سادات بارسائی کے مقبرے میں خواب میر محمود بابا نیمہ رری کی قبر کے آس پاس دفن کئے گئے ہیں۔

بابا محمود سوکالی پوری

سنہ ۱۲۴۳ھ میں بابا محمود گنائی بھی انتقال کر گئے ہیں۔ محلہ سوکالی پورہ میں آپ سکونت رکھتے تھے۔ تجارت پیشہ خواجہ محمد مکرم آپکے دادے ہیں۔ جس کے خاندانی انتساب کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ مولانا صرفی کے مخیر مقتدر خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ محمد اکرم کے بیٹے کا نام محمد معظم تھا۔ وہ بھی اپنی معیشت کا گذارہ تجارت سے حاصل کرتا تھا۔ بابا محمود اپنے باپ محمد معظم کی وفات کے بعد تجارت آبائی مشغلے سب کے سب چھوڑ کر بابا عزیز اللہ حطبی خانقاہی کی خدمت میں آئے۔ روحانی تعلیمات خصوصاً سلسلہ کبرویہ کے فیوض وبرکات کے اخذ واکتساب میں کوشاں رہے۔ اور لوگوں کو فیض پہونچایا۔ بابا محمد اعظم کبروی سوکالی پوری آپکے حقیقت آگاہ خلف الصدق ہیں۔ پیر محمد شاہ سوکالی پوری بابا محمد اعظم کبروی کے نیبٹے ہیں۔ جو کہ میر تاج الدین ہمدانی متولی خانقاہ معلّی کے داماد تھے۔ "شیخ محمود از سر اخلاص بادل جمع شد بخلد برین" کی نظم سے بابا محمود گنائی کی تاریخ و[فات نکلتی ہے۔]

ملا حیدر لپشلو

اخوند ملا جمال الدین لپشلو آپکے والد ماجد ہیں۔ جس نے سید حیات خان
جیوہ ڈاری کی صاحبزادی سے شادی کی تھی۔ یہ شادی سفدر باثر ثابت ہوئی۔ کہ
ملا حیدر لپشلو اُس کا نتیجہ پیدا ہوا۔ ملا حیدر عالم طفولیت میں تھا۔ کہ سید حیات خان
کے دو لتخانے میں بمقام جیوہ ڈارہ پرورش پاتے رہے۔ ظاہری تربیت کے ساتھ
ساتھ باطنی مشاغل خداشناسی کی عمدہ ترین باتوں کا علم پایا۔ پھر اخوند ملا جمال الدین
اپنے باپ کے پاس آیا۔ بیعت کا ہاتھ دیدیا۔ جناب شیخ اکبر ہادی تارہ بلی کی تربیت میں رہا
روحانی ربانی تعلیمات کا حوصلہ بڑھایا۔ علم قرادت تجوید رسم الخط اور قران خوانی
آپکا خاص مشغلہ تھا۔ نور السراج شرح سراجی مفتاح الرحمہ مصباح الظلمہ مزنع
الغزلان فی رسم خط القرآن دُریتیم غرایب الرغایب فی الفقہ مناھج فی التصوف
خیرات الحسان آپکی فایدہ بخش بہترین تصنیفات ہیں۔ یہ سارے کتابیں فقہ حدیث
علم الفرایض تصوف رسم الخط کے بیش بہا جواہر اور گنجینے ہیں۔ جیوہ ڈارہ کے
باشندے اپنے آپکو سید علیخان کی ذریت سے تصور کرتے ہیں۔ مگر اپنے نسب نامہ سے
مطلقاً لاعلم نابلد تھے۔ ملا حیدر لپشلو نے اپنی رشتہ داری کا خیال مدنظر
رکھتے ہوئے بڑی کوشش کی۔ تحقیقات کرکے اور مسموعات معلومات سے امداد
لیکر ایک بڑا نسب نامہ بنوایا۔ جسکا نام دایرہ رکھا ہے۔ دایرے میں جیوہ داری
سادات کے علاوہ ھمدانی قادری نقشبندی اندرابی سادات کے نسب نامے درج
کیے گئے ہیں۔ ۱۲۳۵ھ میں جبکہ خالصہ سکھوں کی جبروتشدد اور غالب سلوکی نے
زور و غلبہ پایا۔ اور مسجد جامع کے دروازے ظلماً مقفل کئے گئے۔ تو مولوی امیر الدین
مفتی کے بیشتر ملا حیدر لپشلو ہی کو نقشبندیہ خانقاہ کی امامت خطابت کیلئے

ملا ثناء اللہ شاہ پشلو	حضرت بل کی زیارتگاہ کے آس پاس آپ کا مسکن و

مدفن واقع ہے۔ ابتدا میں آپ نے درسیہ فارسی خواند و نوشت میں کم و بیش
دستگاہ حاصل کی تھی۔ بعدہٗ جناب شیخ عبادی قاری کے حضور میں آکر
با تجوید قرآن خوانی کے فن کی تعلیم پائی۔ جناب شیخ اکبر تارہ بلی کی خدمت میں
حاضر رہا۔ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی۔ قرآن مجید کے درس کا مشغلہ اپنی
معیشت کا گذارہ بنایا۔ اسی اثنا میں حضرت بل کے ارد گرد باشندوں نے جنگی
تعداد بہت ہی تھوڑی تھی۔ اور امامت کی قابلیت نہیں رکھتے تھے۔ اس لحاظ سے
کہ آپ ملا حیدر پشلو جیسے فاضل اجل قاری کے بھائی ہیں۔ آپکو حضرت بل کی
زیارتگاہ کی ملحقہ مسجد کی امامت کی بابت مامور کیا۔ آپ بھی غنیمت جانکر
وہاں جاکر نماز پنجگانہ کی امامت کرتا رہا۔ ملا محمد ظہیر آپکے بیٹے نے علمی قابلیت کے
علاوہ جناب شیخ اکبر ہادی کے حضور میں جاکر صوفیانہ نسبت باطنی توجہات
کی مدد حاصل کر کے حضرت بل کی زیارتگاہ کی امامت کا فریضہ ادا کیا۔ حاجی محمد شاہ
بھی وراثتاً امامت کرتا رہا۔ نظام الدین سلام الدین حاجی محمد شاہ کے دو بیٹے تھے
ملا ثناء اللہ شاہ کے بھتیجے شیخ احمد کاہامی نے ابتدا میں اپنے باپ کے گھر میں مقام
گوجوارہ سکونت اختیار کی تھی۔ بعد میں موضع کاہامہ کے ایک مخلص زمیندار نے
آپکو اپنی مملوکہ مقبوضہ زمین کا ایک خاص رقبہ ہدیہ پیش کر کے دیدیا۔ جسکی
کشاورزی کا ذمہ آپ نے اپنی ہاتھ سے اٹھا کر اپنی فقیرانہ معیشت کا گذارہ کمایا۔
اپنے باپ سے علمی فضایل باطنی تعلیمات کی کافی دستگاہ حاصل کی۔ بیعت کا ہاتھ دیدیا۔
شیخ محمد اکبر ہادی سے چار سلاسل کا ارشادنامہ پایا ہے۔ پشاور کی راہ لے لی۔

فقیر جان محمد پشاوری چشتی کے درگاہ میں ایک خاص مدّت تک مقیم رہا ۔ چشتیہ حضرات کی صوفیانہ ہدایات کی تعلیم پائی ۔ جس محنت و شوق سے ظاہری باطنی لطایف و معارف کے اخذ و اکتساب میں آپنے جد و جہد کی ۔ اُس سے چار چند اشتیاق کے ساتھ اُنکی نشر و اشاعت میں تن و من سے کوشش کرتے رہے ۔ "خاصِ خدا" آپ کی وفات کی تاریخ ہے ۔ ۲۹ ماہ ذی قعدہ ۱۲۹۶ھ کو آپنے انتقال فرمایا ۔

جناب شیخ احمد تارہ بلی

تیمور شاہ درانی کی تخت نشینی سے چند سال گذرے تھے کہ ۱۲۰۱ھ میں جناب شیخ احمد تارہ بلی پیدا ہوتے ہیں ۔ غرّا کے لفظ سے آپکی پیدائش کی تاریخ نکالتے ہیں ۔ یہ وہ محترم ہستی ہے ۔ جو کہ اپنی اعلیٰ قابلیت علمی عملی لیاقت رشد و ہدایت اور سب سے زیادہ اسلامی روحانیات ہدایات کی عام تبلیغ کی وجہ سے مشہور اولیائے کشمیر کے بڑے طبقے میں محبوب مقبول اور ہر دلعزیز رہ چکی ہے ۔ حتّٰی کہ ہمعصر جلیل القدر علما فضلا سادات اور با اثر مشایخ کے دلوں میں اتنی عزت محبت اور عقیدتمندی اُنکی تھی ۔ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے ۔ خصوصیت کی بات یہ ہے ۔ کہ نام نمود تصنع شہرت ہنگامہ آرائی اور نمایش کے بغیر مصلحانہ صوفیانہ مرنجان مرنج طرز عمل کے ماتحت کام کرنا آپنے پسند کیا ۔ شیخ محمد نعیم آپکے والد ماجد ہیں ۔ جس نے جناب خواجہ عبد الرحیم نقشبندی احراری مجددی کی خدمت میں آکر اپنے دل کا اطمینان حاصل کیا ۔ فکر ذکر مراقبہ حفظ نسبت ورد وظایف خدا شناسی کا بہترین مشغلہ اپنی زندگی کا دستور العمل بنایا ۔ شیخ محمد اکبر ہادی کی صاحبزادی سے شادی کی ۔ جناب خواجہ شاہ نیاز نقشبندی کے حاشیہ نشین احباب و اصحاب کے مخصوص زمرے میں شامل رہے ۔ بلکہ اپنے ولی نعمت

خواجہ شاہ نیاز نقشبندی کے ہمراہ ترکستان تاشکند کے مشہور بلاد کی سیر و سیاحت کا حظ اٹھایا۔ ۱۱۷۶ھ میں عالم آخرت کی راہ لے لی۔ اسوقت آپکے خلف الصدق جناب شیخ احمد تارہ بلی کی عمر ۴۵ سے بڑھ گئی تھی۔ وہ بھی اپنے محترم اسلاف کے بہترین مشاغل درسیہ فارسی عربی کتابوں کی پڑھائی میں متوجہ رہے۔ اخوند ملا جمال الدین قاضی عالیکدلی بعدہٗ ملا محمد مقیم تارہ بلی اپنے دادے کے آغوش تربیت میں آپنے عالمانہ رنگ سے رنگین ہوئے۔ جناب شیخ عبادی قاری سے تجوید قرات عشرہ اور قرآن خوانی کے لطائف علاوہ اسکے صوفیانہ منازل مقامات کی کامل شناخت حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ کبرویہ سہروردیہ چشتیہ پانچ سلاسل کے ارشادنامے حاصل کئے ہیں۔ سب سے بڑی چیز جو آپکے خصوصیات میں موجود تھی۔ وہ یہ ہے۔ کہ اپنے پیرو مرشد جناب شیخ عبادی قاری بعدہٗ اپنے خاص مربی جناب شیخ اکبر ہادی تارہ بلی کی خدمتگذاری دلنوازی میں حد سے بڑھکر بلکہ تن من دھن سے ساعی کوشاں رہے۔ جو کہ روحانی ترقیات کا پہلا زینہ ہے۔ اسی اثنا میں جناب شیخ اکبر ہادی کے نوجوان صاحبزادے نے فانی دنیا کو خیرباد کہتے ہوئے اپنے والد ماجد کو داغ مفارقت دیدیا۔ جو کہ والد ماجد کے قلبی اضطراب اضطرار کا باعث تھا۔ مگر جناب شیخ احمد نے اپنے پیر و مرشد شیخ عبادی قاری سے اجازت حاصل کر کے جناب شیخ اکبر کی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضر رہنا اور انکی دلنوازی کے فرائض بجالانا پسند کیا۔ جس محنت جانکاہی اور عقیدتمندی سے آپ یہ فرائض ادا کرتے رہے۔ اس سے جناب شیخ اکبر بہت ہی محظوظ و مسرور ہوئے۔ لطف و مکرمت کی نگاہ سے دیکھکر صوفیانہ رازِ رموز کی تجدید التعلیم و تلقین کرتے رہے جناب شیخ اکبر کی وفات کے بعد ان کے مخلص احباب خدام خلفا کی تمام تر توجہ اس

اِس بات کیطرف مبذول رہی - کہ آپ ہی کو سجادہ نشین بنانا چاہیئے - اسوقت خدا رسیدہ بزرگانِ دین کے بڑے طبقہ جات علما فضلا سادات کثرت سے سرزمین ہذا میں موجود تھے اور سجادہ نشینی کا مسئلہ مشایخ اولیا اور علما کے باقاعدہ انتخاب کے بغیر طے نہیں ہو سکتا تھا - یہ سارے بزرگ جناب صوف کی سجادہ نشینی پر متفق ہوئے مگر مطمئن چند وجوہات پیش کر کے آپنے سجادہ نشینی کی قید منظور نہیں کی ساتھ ہی سرزمین ہذا کے علاوہ پنجاب ہندوستان ترکستان غرض دور دور علاقہ جات کے باشندے بڑی سوقمندی سے آپکے پاس آکر سلوک تصوف نسبت عزیزان اور روحانی مشاغل اخذ کرتے رہے - آپ بھی مذہب دین توحید سنت کی باتیں صوفیانہ راز رموز کھلم کھلا کہدیتے تھے - مذموم رسومات بدعات کے ازالہ کے لئے عملاً کوشش کرتے رہے - اہلِ دنیا حکام درباری لوگوں کے مال جاہ طلبی کی ذہنیت کو بُری نگاہ سے دیکھتے تھے شیخ غلام محی الدین ہوشیار پوری اس زمانے میں نہایت ہی اعتدال پسند با اخلاق گورنر تسلیم کیا جاتا تھا - وہ بھی آپکی ملاقات کیلئے ذرایع ڈھونڈھتے ہوئے شایق تھا - مگر ملاقات کا میسر ہونا بے حد مشکل تھا - پنڈت راجہ کاک درسرکاری بڑے عہدے کا مالک تھا - وہ بھی آپکے تحریری رقعہ جات کو تعویذ کی نگاہ سے دیکھتا تھا - ایکدن آپنے سفارش نامہ لکھکر پنڈت راجہ کاک کے نام بھیجدیا - رقعہ کی عبارت یہ ہے "کافر ناپاک پنڈت راجہ کاک - ای مدبر تجاروی کافر نابکار رو باسلام آر خلق خدای را میازار حاجت سایل بر آر تا برھی از عذاب نار" مسلمان پدرم سلطان بود کے خاندانی دعوے دینے والوں کی نسبت جو کہ متعصب وحشی جابر سکھ جوال دگرگردن نے محکمہ جات میں تعلق پاکر درباداری کی متکبرانہ دم دیتے تھے - نفرت ملامت

اور مذمت کا اظہار کرتے تھے۔ یہ ساری باتیں اُن کے جذباتی اثر کے ماتحت عمل میں آئی ہیں۔ کامل علم کا اثر یہ تھا۔ کہ خوشنما صوفیانہ لطیف شعر بھی کہتے تھے۔ مختصر موزون تاریخی قطعات بھی انشا فرماتے تھے۔

افضل الطرائق سلوک کے تعلیمات میں ملحقات احمدی قرات میں مصنفہ آپکی یادگاریں نہایت ہی مقبول ہیں۔ افضل الطرائق میں یہ لکھتے ہیں۔

"اگرچہ بعض اعزہ راہ وروش مرا بہ ملل طعنہ میکنند و ملائی در زعم آنہا بزبان کشمیری تعبیرے وتحقیرے عظیم است وآن ملائی فخر است برائے من وآن طعن مدح است در رائے من اگر موافقت است مرا قولاً وفعلاً وعملاً واعتقاداً باسنت وکتاب ومتابعت است بمتقیان اولو الالباب۔ اللهم ثبتنی بہ حتی القال واحشرنی علیہ یوم لقائک۔ پدر واجدادِ من ملایانند وپیران من ملایانند وپیروان ملایانند الحمد للہ علی ذلک

۱۳۔ ماہ رجب ۱۲۷۸ھ آخرت کی راہ لے لی۔ تارہ بل میں دفن کئے گئے ہیں۔ شیخ محمد تارہ بلی آپکے حقیقی بھائی ہیں۔ جو کہ اخوند ملا جمال الدین قاضی ہالیکدلی کے تلامذہ کے زمرے میں شامل تھے۔ اور جناب شیخ عبادی قاری سے روحانی تعلیمات ذکر فکر کا فیض حاصل کرکے ارشادنامہ پایا۔ مقامات نقشبندیہ عقاید الاسلام شرح قصیدہ بردہ شرح قصیدہ بانت سعاد وغیرہ آپنے تصنیف کی ہے۔ شیخ محمد سعید تارہ بلی آپکے خلف الصدق ہیں۔ قطعہ ہذا ؎

شیخ احمد حافظ قرآن و فخر عارفان — سیزدہ ۱۳ روز از رجب رفتہ علم زد در جنان
بہر تاریخ وصال و عمر میلادش سروش — دوش در گوشم بگفتا بشنو ای تاریخ دان
شیخ احمد کبروی میلاد عمرش عابد است — شیخ احمد قادری سال وصال او بخوان ؎

جناب شیخ احمد تارہ بلی کی تاریخ ولادت مدت عمر اور تاریخ وفات بھی واضح ہو گیا۔
شیخ محمد سعید تارہ بلی اپنے والد ماجد کی وفات سنہ ۱۲۸۰ھ کے بعد ۳۰ سال کی مدت گذار کر ۶۶ سال کی عمر کا خاتمہ پاکر سنہ ۱۳۰۹ھ کے مرگِ انبوہ عام وبا میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں۔ اپنے محترم چچا کے قبرستان میں جہاں کہ قاضی غلام الدین قاضی قمر الدین مدفون ہیں۔ سپرد خاک ہوئے ہیں۔
قاضی غلام الدین نے جو کہ جناب شیخ احمد تارہ بلی کے خواہر زادہ تھے۔ اور اپنے خالو کے علاوہ علامہ سید سعید اندرابی اخوند ولی اللہ زینہ گیر بابا محمد خضر قاری خانقاہی خواجہ امیر الدین پکھلیوال کے تربیت یافتہ تھے۔ سنہ ۱۳۰۷ھ میں ۷۵ سال کی عمر کی منزلیں طے کر کے وفات پائی ہے۔ تاریخ ہوئی ہے

دریغا پیشوائی مسلمین رفت غلام الدین امام متقین رفت
خرد تاریخ فوتش گفت در گوش بگو۔ آہ آفتابِ عابدین رفت ۱۳۰۷

تمت الکتاب بعون اللہ الملک الوہاب

بقلم محمد حسن وفائی اختتام پذیرفت